غیر متوقع کامیابی

آیۃ اللہ جعفر سبحانی

کائنات کا نظام، علّت اور معلول کے قانون پر برقرار ہے۔ ایک معمولی سی حرکت بھی بے علّت اور بغیر کسی سبب کے نہیں ہے۔

سمندروں کا تلاطم ۔۔۔۔۔۔ پتّوں کا درختوں سے گرنا ۔۔۔۔۔۔۔۔ برفباری، برسات ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ہاتھ کی لکیروں کا مختلف ہونا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ لوگوں کی شکل وصورت میں فرق ہونا ۔۔۔۔۔۔ قوموں کی ترقی اور زوال ۔۔۔۔۔۔۔۔ معاشروں کی خوبیاں اور خامیاں، غرض دنیا کی ہر چیز کے لیے کسی نہ کسی علّت اور سبب کا موجود ہونا یقینی ہے۔ کبھی وہ سبب ہمارے لیے واضح ہوتا ہے اور کبھی ہم سے پوشیدہ ہوتا ہے۔

اس لحاظ سے ''چانس'' کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ دنیا کے عمومی فلسفہ سے اس کے وجود کو ثابت نہیں کیا جاسکتا۔ چانس پر اعتماد کرنا درحقیقت محض ایک خیالی اور حقیقت سے دور چیز پر اعتماد کرنا ہے۔ نادان اور ناواقف افراد، خوش قسمتی یا بدقسمتی کو اسی بے ہودہ اور خیالی چیز سے وابستہ سمجھتے ہیں۔

''قسمت''، ''اتفاق''، ''چانس'' اور ''اقبال'' درحقیقت خیالی باتیں ہیں۔ یہ باتیں ایسے ہی لوگوں کے ذہن میں آتی ہیں جو مختلف باتوں کے اسباب سے واقف نہیں ہو پاتے۔ اس لیے وہ اپنے ملامت کرنے والے ضمیر کو راضی کرنے کے لیے نادیدہ اور بے ہودہ اسباب کے قائل ہوجاتے ہیں۔

اگر ہمیں ''چانس'' پر اعتقاد رکھنا ہی ٹھہرا تو ہمیں یہ کہنا چاہیے کہ کام، کوشش، جہد وجہد اور سرگرمی

ہی چانس اور خوش قسمتی کی بنیاد فراہم کرتے ہیں۔ اور یہ نادیدہ سبب (چانس) سرگرمی اور کوشش میں پوشیدہ ہوتا ہے۔

سستی اور کاہلی کے لیے اور ذہن اور ذہنیت کو خراب کرنے کے لیے قسمت پر اعتقاد ایک وسیلہ ہے۔ ہارنے والوں کے نفس کی تسکین کے لیے یہ ایک خواب آور دوا ہے۔

دوسرے الفاظ میں قسمت پر اعتقاد، گنہگاروں اور خطا کاروں کے ضمیر کو ڈھانپ دینے کے لیے ایک سرپوش ہے۔

اولمپک کے مقابلوں میں جو کھلاڑی ہار جاتا ہے اور کامیابی کا افتخار اور میڈل اس کے حریف کو مل جاتا ہے تو بگڑے ہوئے چہرے اور پسینے میں تر پیشانی کے ساتھ گراؤنڈ سے باہر آتا ہے اور اپنی کھوئی ہوئی حیثیت کی تلافی کے لیے اپنے دوستوں سے کہتا ہے کہ: ''میرے حریف کی قسمت اچھی تھی جبھی اسے کامیابی نصیب ہوئی اور میری قسمت اس دفعہ اچھی نہیں تھی جبھی میں ہار گیا۔''

افسوس کی بات یہ ہے کہ آئندہ مقابلوں میں شکست سے بچنے کے لیے وہ اپنی شکست کے حقیقی سبب کو دریافت نہیں کرتا بلکہ ایسے خیالی سبب کی طرف ہاتھ بڑھاتا ہے جس کا علم اور فلسفہ کی رو سے کوئی وجود نہیں ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ اس طریقے سے خود کو شکست کا ذمّہ دار نہ ٹھہرائے۔

اصل بات یہ ہے کہ ہمارے معاشرے میں ایک غلط رواج عام ہے اور وہ یہ کہ ہم گھریلو زندگی میں اور تعلیمی اور کاروباری سلسلے میں قسمت کو زندگی کی بنیاد قرار دے دیتے ہیں۔ ماں باپ، اساتذہ اور تاجر حضرات ایسے حالات پیدا کردیتے ہیں کہ لوگ خودبخود کامیابی اور شکست کا سبب چانس اور قسمت کو قرار دیتے ہیں بچپن، جوانی اور بڑھاپے میں اس غلط رواج کے بُرے اثرات ہمیشہ کے لیے ذہنوں میں گھر کر لیتے ہیں۔

ہماری عظیم آسمانی کتاب ''قرآن مجید'' میں موجود ایک چھوٹی سی لیکن مفہوم کے اعتبار سے بہت بڑی آیت نے ایسی خیالی باتوں پر خطِ تنسیخ پھیر دیا ہے۔ اور وہ آیت یہ ہے کہ:

''وَاَنْ لَّیسَ لِلْاِنْسَانِ اِلاَّ مَاسعی'' (انسان کو وہی ملتا ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے)

لاٹری، جوئے اور طرح طرح کی قسمت آزمائی کی چیزوں کی سب سے بڑی خرابی یہی ہے کہ وہ

ہمارے معاشرے کے جوانوں کو خیالی باتوں کا معتقد بنا دیتی ہیں اور اس طرح کام اور کوشش کرنے کا جذبہ ان میں کم ہو جاتا ہے جوان اپنی ذہنی اور جسمانی صلاحیتوں کو استعمال کرنے کے بجائے مقام، شخصیت اور دولت حاصل کرنے کے لیے قسمت جیسی خیالی باتوں کے پیچھے جانے لگتے ہیں۔

کامیاب خواتین و حضرات وہی ہیں جن کی زندگی کی لغت میں قسمت، فال، ستارہ، ہاتھ کی لکیر اور چانس جیسے الفاظ نہیں پائے جاتے کیونکہ یہ چیزیں لوہے کی ایسی زنجیریں ہیں جو انسان کے ہاتھ پاؤں کو باندھ کر رکھ دیتی ہیں۔

جو جوان ترقی اور کمال حاصل کرنا چاہتا ہے، اپنی صلاحیتوں کو استعمال کرنا چاہتا ہے اس کو جان لینا چاہیے کہ کسی طالب علم، موجد، فوجی افسر یا سیاستدان کی کامیابی کی اصل وجہ یہی ہوتی ہے کہ اس نے زندگی کی حقیقت کو محسوس کرلیا ہے اور کامیابی کے اصل اسباب کو اپنایا ہے جس میں سرِ فہرست ''کام'' ۔۔۔ ''کوشش'' ''ثابت قدمی'' ۔۔۔ اور ''نظم و ضبط'' ہیں۔ اس کو یہ جان لینا چاہیے کہ کوئی ستارہ ، جادو یا چانس کامیابی کا سبب نہیں ہوا کرتا۔

ہمارے ایک دوست حال ہی میں مغربی جرمنی سے لوٹے ہیں۔ وہ جرمن قوم کی ترقی کے بارے میں کہتے ہیں:

''اس قوم نے مختصر سے عرصہ میں چند چیزوں کو یادگار کے طور پر باقی رکھنے کے علاوہ جنگ کے بقیہ تمام آثار مٹا دیے۔ اب یہ ملک گویا وہ ملک نہیں رہا جس میں کئی سال پہلے اتحادیوں کے بم تباہی مچایا کرتے تھے۔''

اس قوم کی زندہ روح اور توانا ذہنیت ہی کامیابی کا سبب بنی۔ وہ لوگ چانس اور قسمت پر تکیہ نہیں کرتے تھے بلکہ اپنی ذہنی اور جسمانی صلاحیتوں پر بھروسہ کرتے تھے، وہ جانتے تھے کہ اگر قسمت کا کوئی وجود ہے تو وہ ذہنی اور جسمانی صلاحیتوں کے اندر پوشیدہ ہے۔

قسمت، فال، ستارہ وغیرہ

ایک تباہ حال تاجر اپنی حالت کی بہتری کے خواب دیکھ کر خوش ہو لیتا ہے ایک شکست کھائی ہوئی قوم، فال اور ہاتھ کی لکیریں دیکھ کر اپنی فتح کو یقینی سمجھنے لگتی ہے۔ بیمار عورتیں ماہر ڈاکٹر سے رجوع

کرنے کے بجائے جادو ٹونے کے چکر میں پڑ جاتی ہیں۔

توہم پرست اور نادان والدین اپنی اولاد کے ذہنوں کو مہمل اور بیہودہ باتوں سے بھر دیتے ہیں۔ شادی کے بعد آنے والی بدھ کو اور عید نوروز کے تیرہ دن بعد کی جانے والی رسموں کو کامیابی کا زینہ سمجھتے ہیں۔ نوروز کے بعد تیرھویں دن وہ اپنی اولاد کو جنگل میں لے جاتے ہیں اور ان سے کہتے ہیں کہ وہ لمبی گھاس میں گرہیں لگائیں تا کہ ان کی حاجتیں پوری ہوں اور ان کی روٹھی ہوئی قسمت لوٹ کر آ جائے۔

والدین اپنی اولاد سے کہتے ہیں کہ اگر سات قسم کے کھانوں سے سجے ہوئے دسترخوان پر بیٹھو گے اور ایک لال بیگ اپنے ہاتھ میں پکڑ لو گے تو یقیناً دولتمند بن جاؤ گے۔

ہمارے عظیم پیغمبرؐ نے اپنی زندگی کے ہر دور میں اس قسم کی تمام خرافات کی سخت مخالفت کی ہے۔

ایک دن آپؐ کی دائی نے اپنے بیٹوں کے ساتھ آپؐ کو سیر کے لیے جنگل کی طرف روانہ کیا اور آپ کی حفاظت کے لیے ایک سبز یمنی پتھر کو دھاگے سے باندھا اور آپؐ کی گردن میں لٹکا دیا۔ آپؐ نے اپنی دائی کے سامنے ہی پتھر کو اپنی گردن سے نکالا اور فرمایا: ''ماں! یہ کیا وہمی باتیں ہیں، میری حفاظت کرنے والا کوئی اور (خدا) ہے۔''

کبھی ایک ڈرائیور، گاڑی کے بریک اور ٹائر وغیرہ کا خیال رکھنے کے بجائے اور ناکارہ چیزوں کو نئی چیزوں سے بدلنے کے بجائے توہمات کی پناہ لیتا ہے۔ گھوڑے کی ایک نعل گاڑی کے پیچھے ٹھونک لیتا ہے کہ شاید یہ نعل گاڑی کو محفوظ رکھے۔

ایک مسلّح ڈاکو کو دس سال قید کی سزا ہو جاتی ہے۔ جب وہ جیل کے اندر قدم رکھتا ہے تو جیل کی دیواروں کو اس قسم کے اشعار سے سیاہ کرتا ہے۔

کوکبِ بخت مرا ہیچ منجّم نشناخت
یارب از مادر گیتی بہ چہ طالع زادم

(میری قسمت کے ستارے کو کسی نجومی نے نہیں پہچانا۔ یارب! میں دنیا میں کیا قسمت لے کر پیدا ہوا ہوں؟)

وہ اتنا غافل اور خود اپنے الفاظ میں ''بدقسمت'' ہے کہ اب جبکہ جیل کی کال کوٹھری کی اذیتیں

سہہ رہا ہے تو بھی حقیقت کو صحیح طور پر سمجھنے کے لیے تیار نہیں ہے۔ وہ اپنے ملامت کرنے والے ضمیر کو مطمئن کرنے کے لیے اپنا گناہ ستاروں اور قسمت کی گردن پر ڈالتا ہے۔ وہ خود سے یہ نہیں کہتا کہ میں نے اپنے اختیار سے اسلحہ استعمال کیا اور ملک کی امنیت کو خطرے میں ڈال دیا۔ کاروباری مراکز اور دکانیں میری وجہ سے بند ہو گئیں، میری سزا یہی ہے۔

اے کاش کہ وہ اس شعر کی بجائے ناصر خسرو کے یہ اشعار دیوار پر لکھتا:

نکوہش مکن چرخ نیلوفری را | برون کن ز سر باد و خیرہ سری را
چو تو خود کنی اختر خویش را بد | مدار از فلک چشم نیک اختری را
بسوزند چوب درختان بی بر | سزا خود ہمیں است مر بی بری را
درخت تو گر بار دانش بگیرد | بزیر آوری چرخ نیلوفری را

(نیلے آسمان کو بُرا بھلا نہ کہہ۔ اپنے سر سے لاپرواہی کی ہوا نکال دے، اگر تو خود اپنی قسمت کو بُرا بنا لے تو آسمان سے اُمید نہ رکھ کہ وہ تجھے خوش قسمت بنا دے گا۔ بغیر پتوں والے درختوں کی لکڑی جلا دی جاتی ہے زندگی کے درخت کی دیکھ بھال نہ کرنے کی یہی سزا ہے۔ اگر تیری زندگی کے درخت پر علم و فکر کے پھل لگیں تو ایسا درخت آسمان کو بھی نیچے اتار سکتا ہے۔)

کامیاب شخص وہی ہے جو بلند مقاصد کی راہ میں قدم آگے بڑھائے اور ہر قسم کے توہمات اور بے بنیاد خیالوں سے پرہیز کرے۔

> کامیاب خواتین و حضرات وہی ہیں جن کی زندگی کی لغت میں قسمت، فال، ستارہ، ہاتھ کی لکیر اور چانس جیسے الفاظ نہیں پائے جاتے، کیونکہ یہ چیزیں لوہے کی ایسی زنجیریں ہیں جو انسان کے ہاتھ پاؤں کو باندھ کر رکھ دیتی ہیں۔

پیغمبر اکرمؐ خاص طور پر کوشش کرتے تھے کہ لوگوں کو توہمات کی قید سے رہائی دلوائیں۔ اگر کوئی بے بنیاد خیال آپ کے حق میں بھی جاتا تو بھی آپؐ لوگوں کو بتاتے کہ: ''ایسا عقیدہ بے بنیاد ہے۔''

مثلاً پیغمبر اکرمؐ کے بیٹے ''ابراہیم'' کا انتقال ہوگیا۔ اس دن سورج کو گرہن لگ گیا۔ اس زمانے کے وہمی لوگ حضورؐ کی خدمت میں پہنچے اور کہنے لگے کہ:

''آپؐ پر جو آج مصیبت آئی وہ اتنی بڑی ہے کہ سورج بھی اس کا غم منا رہا ہے۔ آج آپؐ کے بیٹے کی وفات پر اسے گرہن لگا ہوا ہے۔''

آپؐ نے جواب میں یہ تاریخی جملہ ارشاد فرمایا:

''لوگو! چاند سورج کسی کے مرنے کا غم نہیں مناتے بلکہ چاند گرہن اور سورج گرہن خدا کی نشانیوں میں سے ہیں۔'' (گرہن کی ایک خاص وجہ ہے اسے میرے بیٹے کی وفات سے منسوب نہیں کرنا چاہیئے۔)

توہمات پرست مغرب زدہ لوگ

بعض مغرب زدہ لوگ اتنے توہم پرست ہوتے ہیں کہ ''۱۳'' نمبر کے کمرے سے ڈرتے ہیں۔ اس لیے ہوٹل والے تیرہ نمبر کے کمرے پر ''۱۔۱۲'' لکھتے ہیں یا اسے چودہ نمبر کا کمرہ بنا دیتے ہیں۔ اور تیرہ کو بالکل حذف کر دیتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اقوام متحدہ کی عمارت میں لفٹ بارہویں فلور کے بعد چودہویں فلور پر پہنچتی ہے تیرھواں فلور بالکل نہیں ہے۔ درحقیقت تیرھواں فلور وہی ہے جسے چودھواں فلور کہا جاتا ہے۔

یہ لوگ یہ غور نہیں کرتے یا غور کرنا ہی نہیں چاہتے کہ اگر تیرھواں فلور خطرناک اور منحوس ہے تو نام بدلنے سے اس کی حقیقت تو نہیں بدل جاتی۔

شیخ سعدی اپنے اشعار میں ایک قصہ پیش کرتے ہیں کہ:

یکی روستائی سقط شد خرش ‌ ‌ ‌ ‌ علم کرو برتاک بستان سرش
جہاں دیدہ پیری براو برگذشت ‌ ‌ ‌ ‌ ہمی گفت خنداں بہ ناطور دشت
مپندار جان پدر، کین حمار ‌ ‌ ‌ ‌ کند دفع چشم بداز کشتزار
کہ این دفع چوب از سر و گوش خویش ‌ ‌ ‌ ‌ نتانست تا بینوا مرد ریش!
کنون دفع چشم بداز کشتزار ‌ ‌ ‌ ‌ چگونہ تواند، تو قع مدار!

(ایک دیہاتی کا گدھا مر گیا۔ اس نے گدھے کا سر کاٹ کر انگور کی بیل پر لٹکا دیا۔ ایک جہاندیدہ بزرگ وہاں سے گزرے تو انھوں نے ہنستے ہوئے اس دیہاتی باغبان سے کہا کہ ''اے میری جان! تو یہ نہ سمجھ کہ گدھا باغ کو نظر بد لگنے سے بچائے گا۔ یہ گدھا اپنی زندگی میں ایک کمزور شخص کے ہاتھ سے سر پر پڑنے والی لاٹھی کو نہیں روک سکتا تھا تو اب مرنے کے بعد باغ کو بُری نظر سے کس طرح بچا سکے گا۔ تو اس کی توقع نہ رکھ!)

اسی قماش کا ایک شخص قسمت کا اتنا معتقد تھا کہ وہ کہتا تھا کہ:

''میں بُری قسمت لے کر دنیا میں آیا ہوں میری قسمت اتنی بُری ہے کہ اگر میں ٹوپیاں سینے والا ہوتا تو لوگ دنیا میں بغیر سر کے پیدا ہونے لگتے۔''

اس قسم کی وہمی باتیں اگر کسی قوم کے اندر اور خصوصاً اس کے جوانوں میں رائج ہو جائیں تو اسے قوم کے زوال کا ایک سبب سمجھنا چاہیئے۔

آسمان کی شکایت!

بعض لوگوں کا معمول ہے کہ وہ آسمان سے شاکی رہتے ہیں اور بعض بُرے حالات کی ذمہّ داری آسمان کی گردن پر لاد دیتے ہیں۔ حتیٰ بعض دانشوروں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ اپنی کتابوں کے دیباچوں میں آسمان کے ستم پر فریاد کرتے ہیں۔

لیکن اگر ہم حقیقتاً جائزہ لیں تو آسمان تو انسان کا خدمت گزار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے انسان کے لیے بنایا ہے اور اس کے قبضے میں دے دیا ہے۔ مثلاً: سورج اپنی سنہری شعاعوں کے ذریعے جانوروں کی پرورش کرتا ہے، چاند فضا کو نور اور تازگی بخشتا ہے۔ اس بنا پر انسان کے خدمت گزاروں کو ظالم اور ستمگر نہیں کہنا چاہیئے چاند، سورج، ستاروں اور آسمان میں نحوست نہیں ہوتی اور اس کی دلیل یہ ہے کہ خداوند کریم نے قرآن مجید میں ان چیزوں کی قسم کھائی ہے اور ہمیں ان چیزوں کی عظمت کی طرف متوجہ کیا ہے۔

اس نکتہ پر توجہ دینی چاہیئے کہ اگر دانشوروں اور ادیبوں نے آسمان کا گلہ کیا بھی ہے تو اس سے مراد یقینا آسمان کے نیچے رہنے والے افراد ہیں۔ ورنہ ستاروں اور آسمان و زمین کا کوئی قصور نہیں ہوتا۔

★★★★★

دعائے عرفہ کا تعارف

تحریر: حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ مکارم شیرازی
ترجمہ: عالیجناب سید حسین حیدر زیدی

نو ذی الحجہ کا دن، روز عرفہ سے مشہور ہے جس میں امام حسین علیہ السلام کی دعاؤں، زیارات اور خاص طور پر دعائے عرفہ کی یاد تازہ ہوجاتی ہے، اس دعا میں اسلام اور شیعیت کی معنوی تعلیمات کا ٹھاٹیں مارتا ہوا سمندر موجود ہے۔ دعائے عرفہ کو حضور قلب اور اس کے مفاہیم کو درک کرتے ہوئے پڑھنا چاہئے اور اس کے بلند و بالا مضامین اور معانی میں غور و فکر کرنا چاہئے اور اس دن کے فیوضات سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔

روز عرفہ کی شان و منزلت

پہلے مرحلہ میں روز عرفہ کی حقیقت کو بیان کرنا ضروری ہے، بعض روایات میں روز عرفہ کو عید کہا گیا ہے، اگرچہ اس دن حضرت مسلم بن عقیل کی شہادت بھی واقع ہوئی ہے، لیکن عرفہ کا دن ایسا ہے جس میں ایک آنکھ سے گریہ اور دوسری آنکھ سے خوشی کے آنسوؤں کو نکلنا چاہئے۔

کیونکہ اس دن خداوند عالم نے اپنے بندوں کو عبادت اور اطاعت کی دعوت دی ہے اور اپنے احسان و کرم کا دسترخوان اپنے بندوں کے لئے بچھایا ہے، اس دن شیطان ذلیل و خوار اور وحشت زدہ رہتا ہے۔ اس دن کی دعاؤں، احادیث اور روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ خداوند عالم عرفہ کے دن اپنے بندوں پر ایک خاص نظر ڈالتا ہے۔

دعائے عرفہ کی اہمیت

اسلامی تعلیمات میں دعائے عرفہ کی قرائت کو بہت زیادہ اہمیت دی گئی ہے، عرفہ اور عرفات کی اہمیت کے متعلق جو روایات نقل ہوئی ہیں وہ بہت عجیب ہیں اور ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس عجیب سرزمین پر اللہ کی رحمت بہت زیادہ نازل ہوتی ہے اور انسانوں کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

دعائے عرفہ، حقانیت اہل بیتؑ کی نشانی

حقانیت ائمہ علیہم السلام کی ایک دلیل اسی طرح کی دعائیں ہیں (جیسے دعائے صباح، دعائے کمیل، صحیفہ سجادیہ کی دعائیں اور امام حسین علیہ السلام کی دعائے عرفہ)۔ اور دوسرے مذاہب میں ایسی دعائیں نہیں پائی جاتیں۔ کیونکہ عرفات کے بیابان میں امام حسین علیہ السلام کا خداوند عالم سے راز و نیاز کرنا، مقدس عشق کی گرانقدر دلیل ہے۔

یقیناً دعاء انسان کو خداوند عالم سے نزدیک اور شیطان سے دور کر دیتی ہے، انسان کی روح کو ایک خاص لطافت بخشتی ہے، ایمان کی بنیادوں کو قوی کرنے، تہذیب نفس اور پرورش اخلاق میں بہت زیادہ موثر ہے۔ (پیام امام امیر المومنین علیہ السلام، جلد ۴، صفحہ ۵۸۱)

اس طرح کی دعائیں، معصومین علیہم السلام کی بلند روح سے وجود میں آئی ہیں لہذا یہ سب دعائیں بہت ہی بلند و بالا ہیں اور علم و آگاہی کے ساتھ ان کی قرائت انسان کو کرامت اور معرفت سے نزدیک کر دیتی ہے۔ (پیام امام امیر المومنین علیہ السلام، جلد ۸، صفحہ ۴۶۴)

دعائے عرفہ، توحید اور خدا پرستی کا درس دیتی ہے

معصومین علیہم السلام کی دعائیں تربیت اور اخلاق کے درس سے سرشار ہیں، مثلا دعائے عرفہ میں عقاید اور توحید کا کامل درس ہے، جو توحید اس دعاء میں نظر آتی ہے وہ اور دوسری دعائیں میں نہیں ملتی۔ (والاترین بندگان، صفحہ ۲۳۲)

دعائے عرفہ، خداشناسی کا کامل مجموعہ

دعائے عرفہ، عرفان اسلامی، خداشناسی، پیامبر شناسی، ولایت اور اخلاق کا ایک کامل مجموعہ ہے، بلکہ یہ کہا جائے کہ اسلامی اہم مفاہیم اس کے اندر سما گئے ہیں جو دعا کے قالب میں بیان ہوئے ہیں۔

دعائے عرفہ میں جو کہ امام حسین علیہ السلام سے ہم تک پہنچی ہے، خدا شناسی کے تمام مراحل بیان ہوئے ہیں، سید الشہداء امام حسین علیہ السلام نے مشہور دعائے عرفہ میں خداوند عالم کی نعمتوں اور قدرت کو شمار کرتے ہوئے اس کی خدمت میں اس طرح عرض کیا: "و ابتدعت خلقی من منی یمنی، ثم اسکنتنی فی ظلمات ثلاث: بین لحم و جلد و دم، لم تشهر بخلقی، و لم تجعل الی شیئا من امری، ثم اخرجتنی الی الدنیا تاما سویا"! میری خلقت کا آغاز منی کے ناچیز قطرات سے کیا، پھر مجھے گوشت، پوست اور جمے ہوئے خون کی تین تاریکیوں میں رکھا، میری خلقت کو آشکار نہیں کیا اور اسی مخفی گاہ میں میری خلقت کو جاری رکھا اور میری زندگی کے کسی بھی امر کو میرے حوالہ نہیں کیا، پھر مجھے صحیح و سالم دنیا میں منتقل کر دیا۔ (دعای عرفہ۔ مصباح الزائر ابن طاووس)

معرفت الٰہی کی بنیادی کنجی تضرع زاری

ان دنوں درگاہ الٰہی میں تضرع و زاری کے ساتھ عبادت کرنا چاہئے، دعا، عبادت اور تضرع زاری کے لئے بہترین ایام، روز عرفہ ہے۔

یہاں پر کہنا چاہئے: اے انسان خداوند عالم کی خلقت کے سامنے تیرا تکبر کیا ہے؟ واقعا کتنے تعجب کی بات ہے کہ وہ انسان جس کا آغاز نطفہ اور جس کا اختتام مردار ہے، پھر بھی تکبر اور فخر و مباہات کرتا ہے۔ (وہ ذرہ جس کا حساب نہیں کیا جاسکتا وہ ہم ہیں)، ہمیں اس بات کا اقرار کر لینا چاہئے کہ معرفت کو امام حسین علیہ اسلام سے سیکھنا چاہئے، امام حسین علیہ السلام میں اشک بہاتے ہوئے کہتے ہیں: "الهی انا فقیر فی غنای فکیف لا اکون فقیرا فی فقری الهی انا الجاهل فی علمی فکیف لا اکون جهولا فی جهلی"۔

خدایا! میں بے نیازی کے وقت بھی فقیر ہوں، پھر اپنے فقر میں کس طرح فقیر نہیں ہوں، خدایا! میں عالم ہوتے ہوئے بھی جاہل ہوں، پھر جہالت کے وقت کیسے جاہل نہیں ہوں۔

"الهی من کانت محاسنه مساوی فکیف لا تکون مساویه مساوی"۔ خدایا! جس کی اچھائی بھی برائی ہے پھر اس کی برائیاں کس طرح بری نہیں ہیں۔ (مفاتیح الجنان و دعای عرفہ)

بیماری تکبر جو کہ جہالت اور معرفت نہ ہونے کی وجہ سے ہوتی ہے، کا علاج خالق اور دنیا کی

معرفت حاصل کرنے سے ہوسکتا ہے، اس معرفت کا تواضع کے ساتھ مستقیم رابطہ ہے اور مستقیم تواضع کا رابطہ علم اور معرفت سے ہوتا ہے، امام حسین علیہ السلام فرماتے ہیں: "مدارک العلم لقاح المعرفة" درس اور علم، معرفت سے وجود میں آتا ہے۔ (اخلاق اسلامی در نہج البلاغہ، (خطبہ متقین)، جلد ۱، صفحہ ۱۰۲)

شکر گزاری، دعائے عرفہ کی اہم خصوصیت

امام حسین علیہ السلام کی دعائے عرفہ کے ایک حصہ میں بیان ہوا ہے: اگر میں تیری شکر گزاری کا ارادہ رکھتے ہوئے سعی و کوشش کروں اور تمام زمانوں میں زندہ رہوں پھر بھی تیری ایک نعمت کا شکر ادا نہیں کرسکتا۔ (مفاتیح الجنان، اعمال ماہ ذی الحجہ)

روز عرفہ، روز مشہود

سورہ بروج کی تیسری آیت "و شاھد و مشھود" کی تفسیر میں "شاھد" سے مراد عید قربان اور "مشھود" سے مراد روز عرفہ ہے کیونکہ اس دن بیت اللہ الحرام کے زائرین تمام چیزوں کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ (برگزیدہ تفسیر نمونہ، جلد ۵، صفحہ ٤٥٥)

اس وجہ سے روز عرفہ کی اہمیت اور اس میں غور و فکر کرنا اس قدر ضروری ہے کہ اگرچہ روز عرفہ، روز محشر کے گواہوں اور انسانوں کے اعمال کا سبب ہے، لیکن اس دن کا اجتماع، دنیا میں محشر کے میدان سے کم شمار نہیں ہوتا۔ (تفسیر نمونہ، جلد ۲۶، صفحہ ۳۳۲)

دعائے عرفہ یعنی خدا کی موجودگی کا اعتراف

لہذا ان تفاسیر کو مدنظر رکھتے ہوئے کہنا چاہئے کہ دعائے عرفہ میں امام حسین علیہ السلام کے قیمتی کلام کی ایک نشانی خدا کی موجودگی ہے۔ امام حسین علیہ السلام دعائے عرفہ میں خدا کے سامنے عرض کرتے ہیں: "عمیت عین لا تراک علیھا رقیبا" اندھی ہوجائیں وہ آنکھیں جو تجھے اپنا محافظ نہ پائیں! (پیام قرآن، جلد ٤، صفحہ ۲۷٦)

برہان غنیٰ و فقر، دعائے عرفہ کی بنیادی علامت

یقیناً انسانوں کو چاہئے کہ وہ اپنے دن کا آغاز نور ہدایت سے کریں، پھر بہت ہی ہوشیاری سے اس کو دشمنوں کے مقابلہ میں اختتام تک پہنچائیں اور یہ کامیابی، نور ہدایت کے بغیر ممکن نہیں ہے! ہم

دعائے عرفہ میں پڑھتے ہیں: "واجعل غنای فی نفسی" خدایا! میری جان کے اندر مجھے بے نیاز بنا دے!، اس جملہ سے ہم الہام حاصل کرتے ہیں کہ بے نیازی ایسی چیز نہیں ہے جو خارج میں مال و ثروت جمع کرنے اور بلند و بالا محل بنانے سے حاصل ہوتی ہو۔

(پیام امام امیر المومنین علیہ السلام، جلد ۳، صفحہ ۲٦٥)

امام حسین علیہ السلام کی اس دعاء میں ایک جگہ توحید کے متعلق اس طرح بیان ہوا ہے: "کیف یستدل علیک بما ھو فی وجودہ مفتقر الیک؟ ایکون لغیرک من الظھور ما لیس لک حتی یکون ھو المظھر لک" جو موجودات اپنے وجود میں تیری پاک ذات کے محتاج ہیں، ان سے کس طرح استدلال کیا جاسکتا ہے؟ کیا تیرے علاوہ دوسری چیز تجھ سے زیادہ ظاہر ہے جو تیرے وجود کے لئے معرِّف ہو؟

(پیام قرآن، جلد ۳، صفحہ ٦٥)

روز عرفہ، خداوندعالم نے اپنے بندوں کو عبادت اور اطاعت کی دعوت دی ہے اور اپنے احسان وکرم کا دسترخوان اپنے بندوں کے لئے بچھایا ہے، اس دن شیطان ذلیل وخوار اور وحشت زدہ رہتا ہے۔

دعائے عرفہ میں دوسری جگہ ملتا ہے: "الٰھی انا الفقیر فی غنای فکیف لا اکون فقیرا فی فقری" خدایا! میں بے نیاز ہونے کے باوجود فقیر ہوں، پھر کس طرح فقیری کی حالت میں فقیر نہیں ہوں؟!

(سابقہ حوالہ)

اسی دعاء میں ذکر ہوا ہے: "متی غبت حتی تحتاج الی دلیل یدل علیک و متی بعدت حتی تکون الآثار ھی التی توصل الیک، عمیت عین لا تراک علیھا رقیبا" تو کب پوشیدہ تھا جو دلیل کی ضرورت ہو جس کے ذریعہ تجھے پہنچوایا جائے؟ اور کب ہم سے دور ہوا ہے تاکہ تیرے آثار ہم تک پہنچ جائیں؟ اندھی ہوجائیں وہ آنکھیں جو تجھے اپنے نزدیک اور محافظ نہ دیکھیں۔

(پیام قرآن، جلد ۳، صفحہ ۱۰۱)

دعائے عرفہ میں توجہ کریں اور دیکھیں کہ اس کے جملے کتنے عجیب ہیں، انسان جس وقت روز

عاشورا کی جاں نثاری کو دیکھتا ہے تو تعجب کرتا ہے، لیکن جس وقت دعائے عرفہ کو پڑھتا ہے تو سمجھ جاتا ہے کہ اس معرفت کی وجہ سے یہ جاں نثاری ہے، کیونکہ اعمال، اعتقاد اور معرفت کا نتیجہ ہوتے ہیں، امام علیہ السلام دعائے عرفہ میں عرض کرتے ہیں: ''الھی من لا تکون مساویه مساوی و من کانت حقائقه دعاوی فکیف لا تکون دعاویه دعاوی'' خدایا! یہ انسان جس کی نیکیوں کو اگر دیکھا جائے اور انہیں کھولا جائے تو حقیقت میں عیب اور نقص ہے، پھر اس کے عیب کس طرح عیب نہیں ہیں؟! اگر اس انسان کے حقایق اور علوم کو آشکار کیا جائے تو اس میں جہالت ہی جہالت ہے، پھر اس کی جہالت کو جہالت کیوں نہیں کہہ سکتے؟ ہماری طاقت کو دیکھا جائے تو پوری کی پوری کمزوری ہے۔

(انوار ہدایت، مجموعہ مباحث اخلاقی، صفحہ ۳۱۰)

حضرت امام حسین علیہ السلام نے دعائے عرفہ میں عرض کیا: اے میرے خدا!، لوگ ان آثار کی طرف آتے ہیں تا کہ تجھے پہچان لیں، لیکن کیا تو مجھ سے دور ہو گیا ہے جو میں آثار کے ذریعہ سے تجھے تلاش کر رہا ہوں: ''عمیت عین لا تراک و لا تزال علیھا رقیبا و خسرت صفقة عبد لم تجعل له من حبک نصیبا'' اندھی ہو جائیں وہ آنکھیں جو تیرے پاک و پاکیزہ جمال کو نہ دیکھیں اور نقصان اٹھائے گا وہ بندہ جس کے دل میں تیری محبت اور عشق نہیں ہوگا۔ تو مجھ سے کب دور ہوا ہے جو میں تجھے تلاش کروں۔

کی رفتہ ای ز دل کہ تمنا کنم تو را　　　کہ بودہ ای نھفتہ کہ پیدا کنم تو را

با صد ہزار جلوہ برون آمدی کہ من　　　با صد ہزار دیدہ تماشا کنم تو را

اگر ہم خدا، دنیا اور اپنے آپ کو پہچان لیں تو تکبر اور غرور ختم ہو جائے گا اور بندہ، بندہ ہو جائے گا ،لہٰذا خدا کی عظمت کو عالم ہستی سے پہنچانا چاہیئے۔ (سابقہ حوالہ)

آخری بات

دعائے عرفہ کو حضور قلب اور اس کے مفاہیم کو درک کرتے ہوئے پڑھنا چاہیئے اور اس کے بلند و بالا مضامین اور معانی میں غور و فکر کرنا چاہیئے اور اس دن کے فیوضات سے فائدہ اٹھانا چاہیئے۔

عرفہ، دعاء اور عبادت کا دن ہے اور اس دن تمام مسلمان اور مومن پوری دنیا کے مسلمانوں کی

مشکلات کو دور کرنے کیلئے دعا کریں، مجھے امید ہے کہ ہم سب دعائے عرفہ کے اجتماع میں شریک ہوں گے اور ایک دوسرے کے لئے دعا کریں گے۔

لیکن اس دن کی دعاء کی اہمیت بہت زیادہ ہے اور یہ دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔ خداوند عالم اس دعا اور اس دن کے شہداء مسلم بن عقیل اور ہانی بن عروہ کے طفیل میں ہماری تمام مشکلات کو حل کر دے اور ہمیں زیادہ سے زیادہ خدمت خلق کرنے کی توفیق عنایت فرمائے۔

★★★★★

قرآن کریم، سیرت اہلبیتؑ، عقائد، تاریخ اسلام، آداب اسلامی، گوشۂ خواتین، Kid"s corner، حالات حاضرہ، دنیا کی تازہ ترین خبریں اور بھی بہت کچھ......

ملاحظہ فرمائیں : www.hudamags.com

حج اور ہماری ذمہ داریاں

عالیجناب مولانا سید عمار حیدر رضوی صاحب

تمام حمد و ثنا اس وحدہ لاشریک اور واحد و یکتا خدائے کریم کیلئے مختص ہے کہ جو تمام حدود و قیود زمانی و مکانی سے بے نیاز ہے نہ ہی اسے مکان کی احتیاج اور نہ ہی زمان کی ضرورت ہے۔

لیکن پھر بھی اس لامکان معبود نے ہم زمین اور پستیوں میں رہنے والوں کیلئے عصمتوں کی ہمرکابی میں اپنی ذات سے منسوب ایک گھر بنوایا۔

"إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِّلْعَالَمِينَ"

بیشک سب سے پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کیلئے بنایا گیا وہی ہے جو مکہ میں ہے برکت والا اور عالمین کیلئے ہدایت ہے۔ (آل عمران، ۹۶)

اور اس بیت کو طواف کرنے والوں کیلئے مطاف اور خضوع و خشوع سے سجدہ کرنے والوں کیلئے قبلہ اور زیارت کرنے والوں کیلئے وجہ اللہ قرار دیا۔ اور اسے وسط زمین میں رکھا تاکہ زمین کے کسی بھی گوشے سے آنے والے کو کوئی دشواری نہ ہو اور وہ چاروں طرف سے بآسانی محضر حق میں حاضری دے سکے۔

اس بیت مقدّس کی تعمیر اوّل ملائکہ نے کی جبکہ تعمیر ثانی ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے دست مبارک سے کی۔ اور پھر اسکی دیواریں خداوند کریم نے اپنے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ان پاکیزہ ہاتھوں سے بلند کروائیں کہ جو کبھی شرک و کفر سے آلودہ نہیں ہوئے۔ یہ گھر فرش زمین پر پہلا

گھر ہے اور ذات خداوند سے منسوب بھی ہے یہی وجہ ہیکہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ سے خاتم الانبیاء تک اور خاتم الانبیاء سے آئمہ معصومین، صالحین، زاہدین، علماء، اور عرفاء الٰہی سب نے تمام خلق خدا کو تشویق دلائی ہیکہ وہ خانہ خدا کی زیارت سے اپنی آنکھوں کو منور کریں۔ اوراسرار و رموز روحانی و معنوی سے آشنا ہوکر سیر وسلوک کی راہوں پر گامزن ہوجائیں۔ قرآن مجید میں اس بیت کیلئے دو مقام پر بیت عتیق استعمال ہوا ہے اور دو مقام پر لفظ کعبہ کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔

"وَأَذِّن فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَى كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِن كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ"

اور تم لوگوں میں حج کا بلند آواز سے اعلان کرو وہ تمہارے پاس پیدل اور تمام دبلے اونٹوں پر (سوار) حاضر ہوجائیں گے جو دور دراز کے راستوں سے آتے ہیں۔ (الحج، ۲۷)

اور معرفت کے ساتھ وارد ہونے والوں کے امام محمد باقر علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

"مَنْ دَخَلَ هَذَا الْبَيْتَ عَارِفاً بِجَمِيعِ ما اَوْجَبَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ كَانَ اٰمِناً فِي الآخِرَةِ مِنَ الْعَذَابِ الدَّائِمِ" جو شخص اس گھر میں اس عرفان کے ساتھ داخل ہو کہ جو کچھ خداوند عالم نے اس پر واجب کیا ھے اس سے آگاہ رہے تو قیامت میں دائمی عذاب سے محفوظ رہے گا۔

(عوالی اللآلی، ج ۴، ص ۲۲۷)

وجہ تسمیہ کعبہ

خانہ خدا کو کعبہ اس لئے کہا جاتا ہیکہ یہ عمارت بلندی اور رفعت معنوی رکھتی ہے۔ یا چونکہ کعبہ وسط زمین میں واقع ہے۔ (الموسوعۃ العربیۃ العالمیۃ ۱۹، ص ۳۰۷)

یا از لحاظ "مکعب" چار گوشوں یعنی مربع ہے اور یہ چار گوشے تسبیحات اربعہ کے ہندسے پر قائم ہیں اور تسبیحات اربعہ میں خدا کی صفات ثبوتیہ اور صفات سلبیہ بیان ہوئی ہیں۔ اسی لئے جو شخص اس گھر کیلئے عازم سفر ہوتا ہے مُحرم ہونے کے بعد اسکے لئے بلند آواز سے یہ جملہ کہنا فرض ہوتا ہے۔۔۔۔

"لبیک اللھم لبیک، لبیک لا شریک لک لبیک ان الحمد والنعمۃ لک والملک لا شریک لک"

اور بعض قول سے تو یہ ثابت ہوتا ہیکہ حج درحقیقت اسی لبیک اور تلبیہ پر منحصر ہے۔

فضیلت حج

بیت اللہ،اسلامی احکام کیلئے ایک خاص اہمیت کا حامل ہے معبود حقیقی نے عبادات میں نماز (جو دین کا ستون اور میزان اعمال ہے) کیلئے تمام مسلمانوں کو حکم دیا ہیکہ جب بھی نماز (واجب) کیلئے کھڑے ہوتو اپنا رخ بیت اللہ کی طرف کر کے محضر حق میں حاضری دو تا کہ تمہاری نماز جیسی قیمتی عبادت ہماری بارگاہ میں شرف قبولیت حاصل کرلے،خصوصاً حج کیلئے خانہ کعبہ ایک مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔

البتہ ضرورت تو اس بات کی ہے کہ آج تمام مسلمان جہان،حقیقتِ حج ،اہداف حج اور فلسفہ حج کو سمجھنے کی کوشش کریں جو اسکے ارکان کی ادائیگی میں مضمر و پوشیدہ ہیں۔

ملت اسلامیہ کو چاہئے کہ حج کے تمام عرفانی و روحانی،سیاسی ،تہذیبی،اور ثقافتی پہلو سے آشنا ہوں تا کہ اسلامی اقدار اور اسکے رموز و اسرار کا پتہ چل سکے۔

آج شاید وہ پروپگنڈہ ہمارے اسلامی معاشرے میں اور مسلمانوں کے افکار میں سرایت کرگیا ہے کہ" دین کا سیاست سے کوئی تعلق نہیں ہے"۔مسلمانو!اب ہوش میں آنے کا وقت آگیا ہے ہمیں بیدار ہونے کی ضرورت ہے اسلامی بیداری آج کی ضرورت بن چکی ہے جب تک آج کا ہر مسلمان بیداری کا ثبوت نہیں دیگا اس وقت تک نہ معاشرہ بیدار ہوگا اور نہ ہی ہماری قوم اور ملک بیدار ہونگے۔

ہمیں حج کے فلسفہ کو سمجھنا ہوگا افکار ابراہیمی کو درک کرنا ہوگا یہ حج میں لبیک اللہم لبیک سے لیکر آخر ارکان حج تک یہ ایک عبادت بھی ہے اور سیاست بھی ہے۔اسلام صرف دین تعبدی نہیں اور صرف بندے اور خالق کے درمیان ایک عبادی رابطہ کا نام نہیں بلکہ اسلام کے انہیں عبادی پہلوؤں میں سیاسی جنبہ بھیموجود ہے۔دین سیاست سے جدا نہیں بلکہ ایک دوسرے میں مدغم ہیں۔

کیا ضرورت ہیکہ مسجدوں میں نماز جماعت ہو؟ کیا ضرورت ہیکہ لوگ دور دور سے اپنے محلّے کی مسجدوں کو چھوڑ کر جامع مسجد میں آئیں اور اس عبادت کو ایک ساتھ ایک صف میں شانہ بہ شانہ کھڑے ہوکر ادا کریں؟ کیا ضرورت ہیکہ آج بھی اس قربانی کی یاد منائی جائے جو کل خلیل خدا نے منٰی کے میدان میں بارگاہ خدا میں پیش کی؟ مسلمان اپنی پوری زندگی کا سرمایہ خرچ کرے جسمانی اذیتوں کو برداشت کرے اگر مستطیع ہے تو مکہ جا کر حج میں شریک ہو آخر ایسا کیوں۔۔۔ ؟

کیا یہ دین اسلام کے صرف تعبدی نظام کی تکمیل ہو رہی ہے یا پھر وہ حکیم مطلق ہم سے ان احکام واعمال کے ذریعہ کچھ اور چاہتا ہے۔

حج کے فلسفہ کو سمجھنا نہایت اہم ہے، آج حج بے جان نظر آ رہا ہے کیوں کہ اس مکمل اور جامع سرمایہ کو صرف عبادی اور سفر زیارتی بنا کر پیش کیا گیا ہے۔شاید یہی وجہ ہیکہ آج بھی حج ہم سے افکار ابراہیمی کا طلبگار ہے اور اسماعیلی قربانی اور جانثاری کی طرف دعوت دے رہا ہے۔ کہاں ہیں وہ ابراہیمی فکر رکھنے والے جو استعماری طاقتوں سے بنائے ہوئے بتوں کو توڑ سکیں۔کہاں ہیں اسماعیلی جذبہ قربانی کوسلام کرنے والے جو اپنے جان و مال کی قربانی دیکر مسلمانوں کے اقتصادی مسائل کا حل کریں اور اس عظیم قربانی کا نذرانہ اپنے حقیقی رب کی خدمت میں پیش کریں؟؟؟

احرام وطواف وسعی ودیگر ارکان جسم ہیں اور فکر ابراہیمی اور فکر محمدی اسکی روح ہے قربانی جسم ہے اور ایثار و جانثاری اسماعیلی اسکی روح ہے۔

احرام اور اسکا فلسفہ

احرام کا لفظ" ح رم" کے مادے سے ان معانی میں آتا ہے: منع کرنا اور روکنا۔

(معجم مقاییس اللغہ، ج ۲،ص ۴۵، مادہ حرم)

کسی حریم میں داخل ہونا جس کی ہتک حرمت جائز نہیں مثلاً حرم یا حرام مہینے۔

(تاج العروس، ج ۱۶،ص ۱۳۴)

خاص عہد و پیمان۔ (لسان العرب، ج ۱۲،ص ۱۲۳)

جس طرح تکبیرۃ الاحرام کہنے کے بعد انسان نماز میں داخل ہو جاتا ہے اسی طرح جب اپنی زبان اور صدق دل سے "لبیک اللھم لبیک "کہتا ہے تو محرِم حج میں شامل ہو جاتا ہے۔خداوند کریم نے اس عبادت کا نظام ایسا بنایا ہے کہ انسان دو بغیر سلے ہوئے پارچوں کے ذریعہ احرام باندھے، سر برہنہ ہو، پیروں میں جوتے یا موزے نہ ہوں جو پیروں کو چھپادیں، یہ اس غنی مطلق کا نظام ہے جو سب کا پالنے والا ہے جسکا عادلانہ نظام اس بات کی عکاسی کر رہا ہے کہ اسکی نگاہ میں امیر و غریب، سفید و سیاہ، مرد و عورت، شرقی و غربی ہونا کوئی معیار نہیں ہے اسکے یہاں عزتوں کا معیار تقوی ہے جسکا تقوی سب

سے زیادہ ہوگا وہ نگاہ معبود میں بھی سب سے زیادہ بلند ہوگا۔

اسی لئے رسول خداؐ نے فرمایا: "یا ایھا الناس ان ربکم واحد وان اباکم واحد الا لا فضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی ولا لاحمر علی اسود ولا اسود علی احمر الا بالتقوی ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم"

''اے لوگو! بے شک تمھارا رب بھی ایک ہے اور تمھارا باپ بھی ایک۔ آگاہ رہو! کسی عربی کو کسی عجمی پر، کسی عجمی کو کسی عربی پر، کسی سفید فام کو کسی سیاہ فام پر اور کسی سیاہ فام کو کسی سفید فام پر کوئی فضیلت حاصل نہیں۔ فضیلت کا معیار صرف تقویٰ ہے۔ تم میں سے اللہ کے نزدیک زیادہ عزت کا مستحق وہ ہے جو زیادہ حدود کا پابند ہے۔''

(بیھقی، شعب الایمان، ج ۴، ص ۲۸۹)

شاید اسی لئے اس اجتماعی عبادت میں اللہ نے تمام مسلمانوں کو ایک لباس اور ایک رنگ میں حاضر ہونے کا حکم دیا ہے۔

> حج میں وہ تربیتی نظام ہے جو انسان کو لقاء الٰہی اور توحید و تنزیہ کے افق سے نزدیک کر دیتا ہے۔ یہیں پر آکر پتہ چلتا ہے کہ واقعاً سب فرزند آدم ہیں۔ نہ عرب کو عجم پر کوئی فضیلت حاصل ہے اور نہ ہی عجم کو عرب پر فقط معیار الٰہی تقویٰ ہے۔

محرمات احرام

محرمات احرام (احرام باندھنے سے جو چیزیں حرام ہو جاتی ہیں) کہ جنکی تعداد تقریبا چوبیس ہے یہ خود ایک روحانی، اخلاقی اور سیاسی معاشرے کی مشق و تمرین ہے۔ یہاں پر چند محرمات درج ذیل ہیں جو ہمارے لئے روحانی اور اخلاقی ارتقاء کا باعث ہیں:

۱۔ جانداروں کو اذیت دینا

یہ حکم آج کے انسانوں کو دعوت فکر دے رہا ہے کہ سوچو! جو مذہب حالت احرام میں تمام مسلمانوں کو جمع کر کے جانوروں کا احترام سکھا رہا ہو وہ یہ کیسے برداشت کر سکتا ہے کہ دنیا میں قتل و

غارت گری کی جائے۔ اسلام تو دین وحدت ہے یہ تو ہمیں امن وامان کی دعوت دے رہا ہے۔

۲۔ جھوٹ بولنا، گالی دینا، فسق وفجور انجام دینا

یہ ایک تربیتی ٹریننگ ہے جو ایک سالم معاشرے کی تشکیل کیلیئے ضروری ہے۔

۳۔ قسم کھانا

4۔ موذیِ بدن جانوروں کو مارنا (مچھر، جوں وغیرہ)

5۔ اسلحہ ساتھ لیکر چلنا

۶۔ اپنے بدن سے خون نکالنا

7۔ دانت نکلوانا

یہ حج کے وہ احکام ہیں جو تربیتی و اجتماعی نظام کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ ایک اسلامی معاشرے کا نظام کیسا ہونا چاہیئے۔ اسی طرح خداوند عالم نے تربیتی اور ثقافتی پہلو کے ساتھ ساتھ فردی اور شخصی احکامات بھی الزامی کئے تا کہ انسان جہاد بالنفس کی بھی تربیت حاصل کرے۔

انسان کو بہت سی حلال جسمانی لذّتوں سے دور رکھا حتی لذّت آمیز نگاہ ڈالنا بھی منع قرار دیا اور مقدّمات کی بھی ممانعت کی گئی ہے جیسے نکاح کرنا۔ (محقق حلی، شرائع، ج ۱، ص ۲۴۹)

یا نکاح کا گواہ بنانا وغیرہ، اسی طرح خوشبو لگانا، سرمہ استعمال کرنا۔

(مناسک حج واحرام عمرہ (سبحانی) ص: ۷۷)

تیل ملنا، عورت کا زینت کرنا۔

یہ قوانین انسان کو جہاد کیلیئے آمادہ کرتے ہیں کہ اگر نصرت الٰہی کا دعوی ہے، اور خدا کا سپاہی بننے کی تمنّا ہے تو جہاد بالنفس کے لئے تیّار ہو جاو کیونکہ جب تمہارے قدم قربانی کیلیئے آگے بڑھیں گے تو کبھی مال ودولت رکاوٹ بن کر سامنے آئیں گے کبھی ضرورت اور حبّ دنیا اور کبھی معاشرہ اور خاندان اور کبھی شریک حیات لہذا اپنے نفس کو اس تمرین کے ذریعہ اس منزل کمال تک پہونچا دیں کہ کسی بھی مرحلہ میں ثبات قدم میں لغزش نہ آنے پائے اور حبّ دنیا ہمارے اعصاب کو اسیر نہ بنا سکے۔

مولائے کائنات حضرت علیہ السلام فرماتے ہیں: میں تو اپنے نفس کو تقویٰ کی تربیت دے رہا

ہوں تا کہ عظیم ترین خوف (قیامت) کے دن مطمئن ہو کر میدان میں آئے۔ (نہج البلاغہ مکتوب ۴۵)

اسی طرح کچھ قوانین جو انسانی نفوس کو راہ تقویٰ اور ریاضت پر گامزن کرتے ہیں جیسے سائے میں چلنا، آئینہ دیکھنا، سلا ہوا لباس زیب تن کرنا، ناخن تراشنا، مرد کا اپنا سر چھپانا تا کہ سورج کی گرمی کا احساس نہ ہو، اسی طرح عورت کا اپنا چہرہ چھپانا۔

یہ حج کا وہ تربیتی نظام ہے جو انسان کو لقاء الٰہی اور توحید و تنزیہ کے افق سے نزدیک کر دیتا ہے۔

یہیں پر آ کر پتہ چلتا ہے کہ واقعاً سب کے باپ ایک ہیں، سب فرزند آدم ہیں۔ نہ عرب کو عجم پر کوئی فضیلت حاصل ہے اور نہ ہی عجم کو عرب پر فقط معیار الٰہی تقویٰ اور پرہیزگاری ہے۔

اس میں پورا نظام وحدت اور نظام اخلاق و تقوی سمٹا ہوا ہے۔ حج کا سب سے مہم ترین فلسفہ یہی اخلاقی انقلاب ہے جو حج کرنے والے میں رونما ہوتا ہے، جس وقت انسان "احرام" باندھتا ہے تو ظاہری امتیازات، رنگ برنگ کے لباس اور زر و زیور جیسی تمام مادیات سے باہر نکال دیتا ہے، لذائذ کا حرام ہونا اور اصلاح نفس میں مشغول ہونا (جو کہ مُحرِم کا ایک فریضہ ہے) انسان کو مادیات سے دور کر دیتا ہے اور نور و پاکیزگی اور روحانیت کے عالم میں پہنچا دیتا ہے اور عام حالات میں خیالی امتیازات اور ظاہری افتخارات کے بوجھ کو اچانک ختم کر دیتا ہے جس سے انسان کو راحت اور سکون حاصل ہوتا ہے۔

اس کے بعد حج کے دوسرے اعمال یکے بعد دیگرے انجام پاتے ہیں، جن سے انسان، خدا سے لحظہ بہ لحظہ نزدیک ہوتا جاتا ہے اور خدا سے رابطہ مستحکم تر ہوتا جاتا ہے، یہ اعمال انسان کو گزشتہ گناہوں کی تاریکی سے نکال کر نور و پاکیزگی کی وادی میں پہنچا دیتے ہیں۔

حج کے تمام اعمال میں قدم قدم پر بت شکن ابراہیم، اسماعیل ذبیح اللہ اور ان کی مادر گرامی جناب ہاجرہ کی یاد تازہ ہوتی ہے جس سے ان کا ایثار اور قربانی انسان کی آنکھوں کے سامنے مجسم ہو جاتی ہے۔

یہ تمام چیزیں مل کر انسان کے دل میں ایک روحی اور اخلاقی انقلاب پیدا کر دیتی ہیں اسی لئے اسلامی روایات ملتا ہے کہ "یُخرِجُ مِنْ ذُنُوبِهِ كَهَيْئَته يوم ولدته أُمُّه" "حج کرنے والا اپنے گناہوں سے اس طرح پاک ہو جاتا ہے جیسے ابھی شکم مادر سے پیدا ہوا ہو"۔

(بحار الانوار، جلد ۹۹، ص ۲۶)

اور اسی لئے پیغمبر اسلام ص نے ارشاد فرمایا: "فَإِذا طُفْتَ بِالْبَيْتِ اسُبوعاً لِلزِّيَارَةِ وَ صَلَّيْتَ عِنْدَ الْمَقَامِ رَكْعَتَيْنِ ضَرَبَ مَلَكٌ كَرِيمٌ عَلَى كَتِفَيْكَ فَقَالَ امَّا مَا مَضَى فَقَدْ غُفِرَ لَكَ فَاسْتَأْنِفِ الْعَمَلَ فِيمَا بَيْنَكَ وَ بَيْنَ عِشْرِينَ وَ مِائَةِ يَوْمٍ"

"پس جب تم خانہ کعبہ کے گرد زیارت کا طواف کر لیتے ہو اور مقام ابراہیمؑ کے نزدیک نماز طواف ادا کر لیتے ہو تو ایک کریم و بزرگوار فرشتہ تمھارے شانوں پر ہاتھ رکھ کر کہتا ہے: جو کچھ گزر گیا اور تم نے جو گناہ پہلے انجام دیئے تھے خداوند عالم نے وہ سب بخش دیئے پس اس وقت سے ایک سو بیس دن تک (تم پاک و پاکیزہ رہو گے) اب نئے سرے سے اپنے عمل کا آغاز کرو"۔

جی ہاں! حج مسلمانوں کے لئے ایک نئی زندگی ہے جس سے انسان کی زندگی کا نیا دور شروع ہوتا ہے۔

البتہ یہ تمام آثار و برکات ان لوگوں کے لئے نہیں ہیں جن کا حج صرف ظاہری پہلو رکھتا ہے جو حج کی حقیقت سے دور ہیں اور نہ ہی ان لوگوں کے لئے جو حج کو ایک سیر و تفریح سمجھتے ہیں یا ریاکاری اور سامان کی خرید و فروخت کے لئے جاتے ہیں، اور جنھیں حج کی حقیقت کا علم نہیں ہے، ایسے لوگوں کا حج میں وہی حصہ ہے جو انھوں نے حاصل کر لیا ہے!

> جب تم خانہ کعبہ کے گرد طواف زیارت کر لیتے ہو اور مقام ابراہیمؑ کے نزدیک نماز ادا کر لیتے ہو تو ایک فرشتہ تمھارے شانوں پر ہاتھ رکھ کر کہتا ہے: جو کچھ گزر گیا اور تم نے جو گناہ پہلے انجام دیئے تھے خداوند عالم نے وہ سب بخش دیئے۔ نبی کریمؐ

"اللھم ارزقنا حج بیتک الحرام"

بار الہا ہم سب کو حج سے مشرف ہونے کی توفیق عنایت فرما اور اسکے مقاصد اور رموز و اسرار سمجھنے کی صلاحیت اور توفیق عطا فرما۔

★★★★★

سماجی زندگی کا طریقہ

پیشکش: عالیجناب مولانا سید کمیل اصغر زیدی صاحب

ہر سماج میں دوسروں کے ساتھ صحیح روابط قائم کرنے کے لئے کچھ قواعد وضوابط اور اصولوں کی رعایت ضروری ہے۔ تا کہ اول یہ کہ ہم خود کو اپنے معاشرہ میں ایک اچھی اور مثالی شخصیت کے طور پر پیش کر سکیں چنانچہ اگر ہم کامیاب ہو گئے تو ہمارے اچھے اخلاق کو دیکھ کر لوگ ہم سے رابطہ رکھنے کے خواہش مند ہوں گے نیز اس سے ہمارے اقدار بھی بلند ہوں گے۔

اور دوسرے یہ کہ اس کے ذریعہ ہم دوسروں کے حقوق کو پہچان کر انھیں ادا کرنے کی کوشش کریں اور انہیں پامال کرنے سے پرہیز کریں۔

یہ اصول اور قواعد دو قسم کے ہیں: کچھ ایسے صفات اور خصوصیات ہیں جن پر ہمیں دوسروں کے ساتھ رابطہ رکھتے وقت عمل کرنا چاہئے اور ان سے آراستہ ہونا چاہئے اور کچھ وہ بری عادتیں اور خصلتیں ہیں جن سے پرہیز کرنا چاہئے دوسرے الفاظ میں کچھ ایسے اخلاقی فرائض ہیں کہ جن کی پابندی کا اسلام نے ہمیں حکم دیا ہے اور کچھ ایسی اخلاقی برائیاں ہیں جن سے سماجی زندگی میں پرہیز کرنے کی تاکید کی ہے۔ لہٰذا جب تک ہم ان دونوں اصولوں کی رعایت نہیں کریں گے اس وقت تک ہماری اجتماعی اور سماجی زندگی بہتر نہیں ہو سکتی ہے۔

وہ تمام اچھے اخلاقی صفات وخصوصیات، جن کو ہم اپنی سماجی اور اجتماعی زندگی میں مدنظر رکھتے ہیں اور ان پر عمل کرتے ہیں یا وہ تمام بداخلاقیاں اور بری عادتیں جن سے پرہیز کرتے ہیں انہیں ''سماجی اخلاق'' (آداب معاشرت) کہا جاتا ہے۔

حسن خلق (خوش اخلاق ہونا)

سماجی زندگی یعنی دوسروں کے ساتھ رفت و آمد اور اٹھنے بیٹھنے میں ہر انسان کی خواہش یہی رہتی ہے کہ وہ سماج میں باعزت رہے اور تمام لوگ اس کا احترام کریں اور اس سے محبت کریں۔

سماج میں اور لوگوں کے درمیان باوقار اور صاحب مرتبہ ہونے کی یہ خواہش انسان کے اندر اس لئے ہوتی ہے کہ فطری طور پر انسان تنہائی سے وحشت کرتا ہے لہٰذا انسان کی بہت سی مادی و معنوی ضروریات صرف لوگوں سے رابطہ رکھ کر ہی پوری ہوتی ہیں اور تنہائی یا گوشہ نشینی کی صورت میں یہ ضروریات پوری نہیں ہوسکتیں ہیں اسی لئے جب انسان بالکل تنہا یا لوگوں سے کنارہ کش ہوجاتا ہے تو اسے اپنے اندر ایک قسم کی کمی اور محتاجی کا احساس ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ رنجیدہ ہوتا ہے لہٰذا انسان اپنی مادی و معنوی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے اس قسم کے روابط رکھنے پر مجبور ہے۔

لوگوں سے اچھے تعلقات اور روابط رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ سماج میں اس کا اپنا ایک مقام ہو تا کہ لوگ اسے اپنے درمیان قبول کریں اور اس سے تعلقات رکھنے کو تیار ہوں اس طرح انسان دوسروں سے اچھی عادتیں سیکھ کر اپنی ذاتی صلاحیتوں اور اچھائیوں کو دوسروں کے سامنے پیش کرسکتا ہے اور کمال کی منزلوں پر فائز ہوسکتا ہے۔

لوگوں کے دلوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے اور ان کی رضایت اور محبت حاصل کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ ان کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آئیں اور اچھا برتاؤ کریں۔ دراصل خوش اخلاقی نہ صرف یہ کہ لوگوں کے دلوں کو جیتنے کا بہترین ذریعہ ہے بلکہ بہت ساری دوسری اچھائیوں کا بھی محور ہے۔ یعنی جب تک خوش اخلاقی نہ ہو دوسرے اخلاقی صفات کی واقعی قدر و قیمت ظاہر نہیں ہوسکتی ہے مثلاً اگر سخاوت خوش اخلاقی کے ساتھ نہ ہو بلکہ بداخلاقی کے ساتھ سخاوت کی جائے تو اسے کوئی قبول نہیں کرے گا۔ جب تک انسان کشادہ روئی سے کسی کو کوئی تحفہ نہ دے تو کوئی اسے قبول نہیں کرتا۔ اسی طرح مثال کے طور پر اگر شجاعت و بہادری بداخلاقی کے ساتھ ہو تو وہ کینہ اور دشمنی دکھائی دے گی اور دوست و دشمن سے ملنے میں کوئی فرق نہیں رہے گا۔ لہٰذا اگر تمام اخلاقی عادات کے ساتھ خوش اخلاقی بھی ہو تو انسان کی شان اور اس کا مرتبہ دوبالا ہوجائے گا۔

علمائے اخلاق، حسن خلق کی تعریف میں کہتے ہیں کہ: حسن خلق، نفس انسانی کی اس حالت کو کہا جاتا ہے جو انسان کو لوگوں کے ساتھ کشادہ روئی اور خوش زبانی کے ساتھ اچھے برتاؤ کی طرف لے جاتی ہے۔

امام جعفر صادقؑ کی ایک روایت اس تعریف کی تائید کرتی ہے کہ جب کسی نے آپ سے یہ سوال کیا کہ حسن خلق کا کیا مطلب ہے؟ تو آپ نے فرمایا: "تلین جناحک و تطیب کلامک و تلقی اخاک ببشر حسن"، حسن خلق یہ ہے کہ اپنے شانوں کو جھکا لو (تواضع) کرو اپنی گفتگو کو پاک و پاکیزہ بناؤ (اچھی گفتگو کرو) اپنے برادر دینی سے خندہ پیشانی سے ملاقات کرو۔ (بحار الانوار ج ۷۱ ص ۱۷۱)

امامؑ نے جو یہ فرمایا کہ: "تلین جناحک" (اپنے شانوں کو جھکا لو) اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنے دینی بھائیوں کے ساتھ نرمی اور تواضع سے پیش آؤ۔ اور سختی یا غیظ وغضب کے برتاؤ سے پرہیز کرو مومن کی سختی اور غیظ وغضب صرف کافر کے مقابلہ میں ہونا چاہئے اور مومنین کو آپس میں محبت و الفت سے پیش آنا چاہئے۔

خوش اخلاقی کی فضیلت اور اس کی دنیوی اور اخروی قدر و قیمت کے سلسلہ میں پیغمبر اسلامؐ اور ائمہ اطہارؑ سے بہت ساری روایتیں وارد ہوئی ہیں یہاں ہم نمونہ کے طور پر چند حدیثوں کی طرف اشارہ کر رہے ہیں:

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

★ "أفاضلكم احسنكم اخلاقاً، الموطئون اكنافا، الذين يالفون و يؤلفون و توطأ رحالهم"، تم میں سب سے بہتر وہ ہے جس کا اخلاق و کردار اچھا ہو یہ وہ لوگ ہیں جو ایک دوسرے کی عزت و احترام کرتے ہیں اور دوسروں سے محبت سے پیش آتے ہیں اور دوسرے بھی ان سے الفت و محبت سے پیش آتے ہیں اور وہ اپنے دروازے سب کے لئے کھلے رکھتے ہیں۔

(اصول کافی ج ۲، ص ۱۰۲ باب حسن خلق)

★ "ان صاحب الخلق الحسن له مثل اجر الصائم القائم" خوش اخلاق انسان کا اجر اس شخص کے جیسا ہے جو دنوں میں روزے رکھتا ہے اور راتیں عبادت میں گذار دیتا ہے۔

(گذشتہ حوالہ ص ۱۰۰)

★"اول ما یوضع فی میزان العبد یوم القیامة حسن خلقه" روز قیامت انسان کے میزان اعمال میں سب سے پہلے اس کا اچھا اخلاق رکھا جائے گا۔

(بحارالانوار ج ۶۸ ص ۳۸۵، باب حسن الخلق)

★"ما من شی افضل فی المیزان من خلق حسن" روز قیامت میزان اعمال میں خوش اخلاقی سے زیادہ وزنی اور بافضیلت کوئی چیز نہیں ہوگی۔ (بحارالانوار ج ۶۸ ص ۳۸۵، باب حسن خلق)

ایک دوسری روایت میں لفظ "اثقل" یعنی سب سے زیادہ وزنی کے بجائے "احسن" (یعنی سب سے اچھا) کا لفظ آیا ہے۔ ایک اور روایت میں (افضل، یعنی سب سے بہتر) کا لفظ ذکر ہوا ہے۔

★"ان احبکم الی و اقربکم منی یوم القیامة مجلسا احسنکم خلقا" تم میں قیامت کے روز میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب اور سب سے قریب تر وہ ہوگا جو سب سے زیادہ خوش اخلاق ہوگا۔ (بحارالانوار ج ۶۶ ص ۴۰۹)

حضرت علیؑ اس سلسلہ میں فرماتے ہیں: "لاقرین کحسن الخلق" خوش اخلاقی سے بہتر کوئی ساتھی نہیں ہے۔ (بحارالانوار ج ۶۸، ص ۳۹۲)

نیز آپ فرماتے ہیں: "عنوان صحیفة المومن حسن خلقه" مومن کے اعمال نامہ کا عنوان اس کی خوش اخلاقی ہے۔ (بحارالانوار ج ۶۸ ص ۳۸۶)

امام حسنؑ فرماتے ہیں: "ان احسن الحسن الخلق الحسن" سب سے اچھی نیکی خوش اخلاقی ہے۔ (بحارالانوار ج ۶۸ ص ۳۷۲)

امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں: "ان اکمل المومنین ایمانا احسنهم خلقا"
ایمان کے اعتبار سے سب سے کامل وہ شخص ہے جس کا اخلاق سب سے اچھا ہو۔

(گذشتہ حوالہ)

خوش اخلاقی کے سلسلہ میں معصومینؑ کے ارشادات کے یہ کچھ اور نمونے تھے جو ہم نے آپ کے سامنے پیش کئے ہیں لیکن ان سب سے بڑھ کر وہ مقام ہے کہ جہاں خداوند عالم نے اپنے نبی حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تحسین و تکریم کرتے ہوئے فرمایا ہے:

"اِنَّکَ لَعَلیٰ خُلُقٍ عَظِیمٍ" اور آپ بلندترین اخلاق کے درجہ پر فائز ہیں۔ (قلم، ۴)

ایک اور دوسری آیت میں خداوند عالم ارشاد فرمارہا ہے کہ:"اے میرے حبیب اگر خدا کے لطف و کرم سے آپ خوش اخلاق اور خندہ رونہ ہوتے تو لوگ آپ پر ایمان نہ لاتے اور آپ سے دور ہوجاتے۔

"فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ لِنتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ"

اے پیغمبر! یہ اللہ کی مہربانی ہے کہ آپ ان لوگوں کے لئے نرم دل ہیں ورنہ اگر آپ بدمزاج اور سخت دل ہوتے تو یہ آپ کے پاس سے بھاگ کھڑے ہوتے۔ (آل عمران، ۱۵۹)

> اپنے دینی بھائیوں کے ساتھ نرمی اور تواضع سے پیش آؤ۔ اور سختی یا غیظ و غضب کے برتاؤ سے پرہیز کرو مومن کی سختی اور غیظ و غضب صرف کافر کے مقابلہ میں ہونا چاہئے اور مومنین کو آپس میں محبت والفت سے پیش آنا چاہئے۔

حضرت علیؑ جو تمام اصحاب و انصار میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سب سے زیادہ قریب تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان سے بہتر کسی نے نہیں پہچانا آپ نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صفات اس طرح بیان فرمائے ہیں:"کان اجود الناس کفاً و اجرأ الناس صدرا و اصدق الناس لهجة و أوفاهم ذمة و ألينهم عريكة و أكرمهم عشرة من رآه بديهة هابه و من خالطه فعرفه احبه، لم أر مثله قبله و لا بعده" پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں میں سب سے زیادہ عطا و بخشش کرنے والے، کشادہ سینہ رکھنے والے، سب سے زیادہ سچے اور عہد و پیمان کو وفا کرنے والے تھے، نرم مزاج، لوگوں سے ملنے جلنے میں کریم تھے جو بھی آپ کو پہلی مرتبہ دیکھتا خوش ہوجاتا، جو ان کا ہمنشین ہوتا ان کو پہچان لیتا تھا اور انہیں چاہنے لگتا، میں نے آپ سے پہلے یا آپ کے بعد کسی کو آپ جیسا نہیں پایا۔

(بحارالانوار ج۱۶ ص۲۳۱)

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوش اخلاقی کا ایک نمونہ حضرت علیؑ یوں بیان فرماتے ہیں:

ایک مرتبہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک یہودی کے کچھ مقروض تھے ایک روز وہ یہودی آنحضرت

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا اور اپنا قرض واپس مانگا۔ آپ نے اس سے فرمایا: فی الحال میرے پاس پیسے نہیں ہیں۔ یہودی نے کہا جب تک آپ میرا پیسہ نہیں دیں گے میں آپ کو نہیں چھوڑوں گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ٹھیک ہے میں تمہارے پاس بیٹھا رہوں گا۔ آپ اس کے پاس بیٹھ گئے اور نماز ظہر وعصر اور مغرب وعشاء اور اگلے دن کی نماز صبح اسی کے پاس پڑھی۔

یہ دیکھ کر آپ کے اصحاب نے اس یہودی کو ڈرایا دھمکایا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: اس کے ساتھ ایسا برتاؤ کیوں کرتے ہو؟ اصحاب نے عرض کی! اس لئے کہ اس یہودی نے آپ کو قید کر رکھا ہے۔ آپ نے فرمایا: خداوند عالم نے مجھے اس لئے نہیں بھیجا ہے کہ میں دوسروں پر ظلم کروں۔ اگلے روز ظہر کے وقت اس یہودی کی زبان پر کلمۂ شہادتین جاری تھا اور وہ اسلام لے آیا۔ اور تب اس نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی: خدا کی قسم میں نے یہ صرف اس لئے کیا تھا تا کہ آپ کا کردار دیکھ سکوں۔ کیونکہ میں نے توریت میں آپ کے یہ صفات پڑھے ہیں ''خدا کے نبی محمد بن عبداللہ کی جائے ولادت مکہ ہے اور ان کی ہجرت کا مقام مدینہ ہے وہ نہ تند مزاج ہیں اور نہ غصہ ور اور نہ چیخنے چلانے والے ہیں نہ سخت مزاج اور نہ ہی بدزبان وبدکلام ہیں'' میں بھی خدا کی وحدانیت اور آپ کی رسالت کی گواہی دیتا ہوں اور اپنا مال خدا کے لئے وقف کرتا ہوں۔ یہ میرا مال ہے اس کے بارے میں آپ کو اختیار ہے۔

اس کے بعد اس یہودی نے جو بہت مالدار تھا اپنا تمام مال آپ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ ہم نے اس واقعہ کو اس لئے پیش کیا ہے تا کہ ہم آنحضرتؐ کی خوش اخلاقی سے بھی واقف ہو جائیں اور اس کے ساتھ اس آیۂ کریمہ کا مصداق بھی پہچان لیں: "لَقَدۡ كَانَ لَكُمۡ فِي رَسُولِ ٱللَّهِ أُسۡوَةٌ حَسَنَةٌ" رسول کی زندگی تمہارے لئے بہترین نمونۂ عمل ہے۔ (احزاب:۲۱)

البتہ یہ بھی معلوم رہنا چاہئے کہ پیغمبر اسلام اور ائمہ اطہارؑ کی زندگی میں مذکورہ واقعہ جیسے بے شمار واقعات ہیں جو تاریخ کے دامن میں محفوظ ہیں وہ اکثر افراد جو اسلام کے گرویدہ ہوئے ہیں وہ درحقیقت آنحضرت کے عظیم الشان کریمانہ اخلاق، شرح صدر اور تواضع کی وجہ سے ہی مسلمان ہوئے تھے۔

خوش اخلاقی کے نتائج

خوش اخلاقی کے بہت سارے فوائد ہیں جن میں بعض تو اس قدر واضح ہیں کہ جن کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے پھر بھی ہم یہاں بعض فوائد کو معصومینؑ کی احادیث کی روشنی میں بیان کرتے ہیں۔

امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں: ”حسن الخلق یزید فی الرزق“ خوش اخلاقی روزی میں اضافہ کرتی ہے۔ (بحارالانوار ج ۶۸ ص ۳۹۶)

حضرت علیؑ فرماتے ہیں: ”حسن الخلق یدرّ الارزاق و یؤنس الرفاق“ خوش اخلاقی روزی کو زیادہ کرتی ہے اور دوستوں کی انسیت کا باعث ہوتی ہے۔ (غررالحکم ص، ۲۵۵)

اسی طرح آپ فرماتے ہیں: ”من حسن خلقه كثر محبوه و آنست النفوس به“ جس کا اخلاق اچھا ہوتا ہے اس کے چاہنے والے زیادہ ہوتے ہیں اور لوگ اس سے مانوس رہتے ہیں۔ (گذشتہ حوالہ)

امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں: ”ان البر و حسن الخلق یعمران الدیار و یزیدان فی الأعمار“ بیشک خوش اخلاقی شہروں کو آباد اور عمروں میں اضافہ کرتی ہے۔ (بحارالانوار ج، ۶۸ ص ۳۹۵)

پھر آپ فرماتے ہیں: ”ان حسن الخلق یذیب الخطیئة کما تذیب الشمس الجلید و ان سوء الخلق لیفسد العمل کما یفسد الخل العسل“ بیشک اچھا اخلاق خطاؤں کو اسی طرح خشک کر دیتا ہے جس طرح سورج کھال کو خشک کر دیتا ہے اور برا اخلاق عمل کو اسی طرح برباد کر دیتا ہے جس طرح سرکہ شہد کو خراب کر دیتا ہے۔ (گذشتہ حوالہ)

جیسا کہ آپ نے ملاحظہ فرمایا معصومینؑ نے ایک طرف تو ہمیں خوش اخلاقی کی تاکید کر کے ہمارے لئے اس کے نتائج و اثرات بھی بیان کر دئے ہیں اور دوسری طرف بد اخلاقی سے پرہیز کرنے کی تاکید کی ہے اور اس کے برے اثرات سے بھی آگاہ فرمایا ہے۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: ”سوء الخلق ذنب لا یغفر“ بد اخلاقی ایسا گناہ ہے جس کی بخشش نہ ہوگی۔ (میزان الحکمہ باب، ۱۱۱۵)

اس سلسلہ میں حضرت علیؑ کے مندرجہ ذیل ارشادات ملاحظہ فرمائیں:

"سوءالخلق شر قرین" بداخلاقی بدترین ساتھی ہے۔ (غررالحکم، ص، ۲۶۴)

"سوءالخلق نکدالعیش و عذاب النفس" بداخلاقی زندگی کی تلخی اورعذاب جان ہے۔
(غررالحکم، ص، ۲۶۴)

"سوءالخلق یوحش النفس و یرفع الانس" بداخلاقی انسان کو وحشی بنادیتی ہے اورانس و محبت کوختم کردیتی ہے۔ (گذشتہ حوالہ)

"سوء الخلق یوحش القریب و ینفر البعید" بداخلاقی اقرباء کواجنبی اور دور والوں کو متنفر کردیتی ہے۔ (گذشتہ حوالہ)

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: "خصلتان لایجتمعان فی مومن، البخل و سوء الخلق" دو خصلتیں ایسی ہیں جو مومن کے اندر نہیں پائی جاسکتیں، بخل (کنجوسی) اور بداخلاقی۔

(میزان الحکمہ باب، ۱۱۱۵)

مذکورہ احادیث کی روشنی میں ہمیں بخوبی معلوم ہوگیا کہ اچھے اخلاق کے فوائد کتنے زیادہ ہیں اوراس سے انسان کو کس قدرسکون و اطمینان حاصل ہوتا ہے جب کہ بداخلاقی انسان کے لئے کس طرح وبال جان بن جاتی ہے۔

بے شک اچھا اخلاق خطاؤں کواسی طرح خشک کردیتا ہے جس طرح سورج کھال کو خشک کردیتا ہے اور برا اخلاق عمل کواسی طرح برباد کردیتا ہے جس طرح سرکہ شہد کوخراب کردیتا ہے۔ امام جعفر صادقؑ

★★★★★

مومنین سے گذارش ہے کہ دینی معلومات میں اضافہ اوراعلی ومعیاری مضامین کے لئے مصباح الہدیٰ اردو، ہندی، اور بچوں کے لئے نفیس طباعت اور رنگین پرنٹ کے ساتھ طوبی کے خود بھی بن ءے، اپنے دوستوں کوبھی ممبر بناءے۔

ایک یادگار مناظرہ

ایک یادگار مناظرہ

تحریر: حجت الاسلام والمسلمین محمدی اشتہاردی ترجمہ: عالیجناب مولانا اقبال حیدری صاحب

سرزمین مصر میں عبدالملک نام کا ایک شخص رہتا تھا جس کے بیٹے کا نام عبداللہ تھا، اس بنا پر لوگ اسے ابوعبداللہ کہتے تھے۔ عبدالملک منکر خدا تھا اور اس کا یہ عقیدہ تھا کہ یہ دنیا خود بخود وجود میں آ گئی ہے اس نے یہ سن رکھا تھا کہ شیعوں کے چھٹے امام حضرت جعفر صادق علیہ السلام مدینہ میں رہتے ہیں جس کی وجہ سے اس نے مدینہ کا قصد کیا تا کہ ان سے خداوند متعال کے بارے میں مناظرہ کرے۔

جب یہ شخص مدینہ پہنچ کر امام کا پتہ معلوم کرنے لگا تو اسے لوگوں نے بتایا کہ وہ حج کی ادائیگی کے لئے مکہ تشریف لے گئے ہیں۔

وہ مکہ کے طرف روانہ ہوا، مکہ معظّمہ پہنچ کر اس نے دیکھا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام طواف میں مشغول ہیں عبدالملک طواف کرنے والوں کی صف میں داخل ہوا اور عناد کی وجہ سے اس نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو دھکا دیا لیکن امام علیہ السلام نے بڑی محبت سے فرمایا: ”تمہارا نام کیا ہے؟“

اس نے کہا: ”عبدالملک“۔

امام علیہ السلام: ”تمہاری کنیت کیا ہے؟“

عبدالملک: ”ابوعبداللہ“۔

امام علیہ السلام: ”وہ مالک کہ جس کے تم بندہ ہو (جیسا کہ تمہارے نام سے ظاہر ہوتا ہے) وہ زمین کا حاکم ہے یا آسمان کا؟ جب (تمہاری کنیت کے مطابق) تمہارا بیٹا بندہ خدا ہے؟ ذرا بتاؤ وہ

زمین کے خدا کا بندہ ہے یا آسمان کے؟ تم جو بھی جواب دو گے شکست کھاؤ گے"۔

عبدالملک لا جواب ہو گیا۔ ہشام برمکی امام کے شاگرد وہاں موجود تھے انھوں نے عبدالملک سے کہا: "کیوں نہیں امام کا جواب دیتے؟"

عبدالملک کو ہشام کی بات بہت بری لگی اور اس کا چہرہ بگڑ گیا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے بڑی نرمی سے عبدالملک سے کہا: "طواف ختم ہونے تک صبر کرو اور طواف کے بعد تم میرے پاس آؤ تا کہ دونوں مل کر کچھ گفتگو کریں"۔

جب امام جعفر صادق علیہ السلام طواف سے فارغ ہوئے تو وہ ان کے پاس آکر برابر میں بیٹھ گیا۔ اس وقت امام کے چند شاگرد بھی وہاں تشریف رکھتے تھے۔

اس وقت امام علیہ السلام اور اس کے درمیان اس طرح مناظرہ شروع ہوا۔

امام علیہ السلام: "کیا تمہیں معلوم ہے کہ یہ زمین تہ و بالا ہوتی ہے، اور ظاہر و باطن رکھتی ہے؟"

منکر خدا: "ہاں"۔

امام علیہ السلام: "آیا زمین کے نیچے گئے ہو؟"

منکر خدا: "نہیں"۔

امام علیہ السلام: "بس تمہیں کیا معلوم کہ زمین کے نیچے کیا ہے؟"

منکر خدا: "زمین کے نیچے کے بارے میں کچھ نہیں جانتا لیکن یہ گمان کرتا ہوں کہ زمین کے نیچے کسی چیز کا وجود نہیں ہے"۔

امام علیہ السلام: "گمان اور شک ایک طرح کی لاچاری ہے جہاں تم یقین پیدا نہیں کر سکتے۔ کیا تم آسمان کے اوپر گئے ہو؟"

منکر خدا: "نہیں"۔

امام علیہ السلام: "کیا تمہیں کچھ معلوم ہے کہ آسمان میں کیا ہے اور وہاں کون کون سی چیزیں پائی جاتی ہیں؟"

منکر خدا: "نہیں"۔

امام علیہ السلام: "عجیب! نہ تم نے مشرق دیکھا نہ مغرب دیکھا ہے نہ زمین کے نیچے گئے ہو اور نہ آسمان کے اوپر گئے تا کہ یہ معلوم کرسکو کہ وہاں کیا کیا ہے اور اس جہل و نادانی کے بعد بھی تم ان تمام چیزوں کے منکر ہو (تم اوپر اور نیچے کی موجودہ اشیاء اور اس کے نظم و ترتیب جو خداوند متعال کے وجود کی حکایت کرتی ہیں اس سے بالکل نا آشنا ہو پھر کیوں منکر خدا ہو؟) کیا کوئی عاقل شخص جس موضوع میں جاہل ہوتا ہے اس کا انکار کرتا ہے؟!"

منکر خدا: "آج تک مجھ سے کسی نے اس طرح کی بات نہیں کی"۔

امام علیہ السلام: "غرض تم اس حقیقت پر شک کرتے ہو کہ آسمان کے اوپر اور زمین کے نیچے کچھ چیز موجود ہے ہی نہیں؟"

منکر خدا: "ہاں شاید اسی طرح ہو"۔ (اس طرح منکر خدا آہستہ آہستہ مرحلہ انکار سے شک وتردید کے مرحلہ تک پہنچا)

امام علیہ السلام: "جو شخص جاہل ہے وہ عالم کے لئے دلیل نہیں ہوسکتا، اے مصری برادر! میری بات سنو اور سمجھو ہم خدا کے وجود کے بارے میں ہرگز شک نہیں کرتے کیا تم سورج، چاند اور دن ورات کو نہیں دیکھتے کہ وہ صفحہ افق پر آشکار ہوتے ہیں اور وہ مجبوراً اپنے معین راستہ پر گردش کر کے واپس پلٹتے ہیں اور وہ اپنی معین مسیر میں مجبور و ناچار ہیں؟

اب میں تم سے پوچھتا ہوں اگر چاند سورج کے پاس گردش کرنے کی ذاتی قوت ہے تو وہ کیوں پلٹتے ہیں اور اگر اپنے آپ کو مجبور نہیں سمجھتے ہیں تو کیوں رات دن نہیں ہوجاتی اور دن رات نہیں ہوجاتا ہے؟ اے مصری برادر! خدا کی قسم یہ چاند و سورج اپنی گردش پر مجبور ہیں اور جس نے ان کو ان کی گردش پر مجبور کیا ہے وہ ان سے زیادہ حکومت کا اہل اور بہترین حاکم ہے۔

منکر خدا: "سچ کہا"۔

امام علیہ السلام اے مصری برادر! تم یہ بتاؤ کہ تمہارے عقیدہ کے مطابق اگر زمانہ کے ہاتھوں میں موجودات کی زمام ہے اور وہی لوگوں کو لے جاتا ہے تو انھیں دوبارہ کیوں لوٹاتا اور اگر لوٹا دیتا ہے تو پھر انھیں کیوں نہیں لے جاتا؟

اے مصری برادر! دنیا کی ہر چیز مجبور ہے کیوں آسمان اوپر اور زمین نیچے واقع ہے؟ آسمان زمین پر کیوں نہیں گر پڑتا یا زمین اپنی سطح سے بلند ہو کر آسمان سے کیوں چپک نہیں جاتی؟ اور زمین کی تمام موجودہ اشیاء آسمان سے کیوں نہیں چپک جاتی ہیں"۔

(امام علیہ السلام کا مضبوط استدلال یہاں تک پہنچا تو عبدالملک کا شکد ور کر کے اسے ایمان کی منزل میں لا پہنچایا) وہ امام علیہ السلام کی خدمت میں ایمان لے آیا اور اس نے وحدہ لاشریک کی گواہی دی اور اس نے اسلام کی حقانیت کی گواہی دیتے ہوئے بڑے ہی پر جوش انداز میں کہا: "وہ خدا ہے جو زمین و آسمان کا حاکم ہے اور جس نے انھیں روک رکھا ہے"۔

حمران: "امام علیہ السلام کا ایک شاگرد بھی وہاں موجود تھا، اس نے امام علیہ السلام کی طرف دیکھ کر کہا: "میری جان آپ پر فدا ہو اگر منکرین خدا آپ کی وجہ سے ایمان لائیں اور مسلمان ہو جائیں تو آپ کے جد کی وجہ سے کافروں نے بھی اسلام و ایمان قبول کیا ہے"۔

عبدالملک نے جو ابھی ابھی مسلمان ہوا تھا امام سے عرض کیا: "آپ مجھے شاگرد کے طور پر قبول کر لیجئے"۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے خاص شاگرد ہشام بن حکم سے فرمایا: "عبدالملک کو اپنے ساتھ لے جاؤ اور اسے احکام اسلام کی تعلیم دو"۔ ہشام بن حکم جو شام اور مصر کے عوام کے لئے بہترین معلم تھے، عبدالملک کو اپنے ساتھ لے گئے اور عقائد اور احکام اسلام کی تعلیم دی تا کہ وہ سچے اور مضبوط عقیدہ والے ہو جائیں، اسی طرح امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس مومن کے ایمان اور ہشام بن حکم کی تعلیمی روش کو بہت پسند کیا۔

★★★★★

عالیجناب مولانا سید میثم زیدی صاحب

اسلام میں مذاق کرنا کوئی بری چیز نہیں ہے بلکہ مومن کے دل کو مسرور کرنے کے لئے کچھ کیف و سرور کی باتیں کرنا عبادت ہے اگرچہ مذاق تھوڑا ہی اچھا ہوتا ہے۔

بعض روایات میں ملتا ہے کہ مذاق کی مقدار نمک جیسی ہونی چاہئے اگر نمک کم ہوتا ہے تو ذائقہ نہیں رہ جاتا اور اگر وہی زیادہ ہوجاتا ئے تو ذائقہ خراب ہوجاتا ہے۔

البتہ مذاق کرنے اور مذاق اڑانے میں بہت بڑا فرق ہے۔انسان کسی وقت تفریح میں ممکن ہے کوئی ایسی بات یا کوئی ایسا کام کرے جو مذاق کہا جا سکے لیکن مذاق اڑانا شریعت کی نگاہ میں برا عمل ہے جسکی قرآن اور احادیث میں سختی کے ساتھ مذمت کی گئی ہے کسی کا مذاق اڑانا بہت بڑا ظلم ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہورہا ہے: "یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّن قَوْمٍ عَسَىٰ أَن یَکُونُوا خَیْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِّن نِّسَاءٍ عَسَىٰ أَن یَکُنَّ خَیْرًا مِّنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوا أَنفُسَکُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِیمَانِ وَمَن لَّمْ یَتُبْ فَأُولَـٰئِکَ هُمُ الظَّالِمُونَ " ایمان والو خبردار کوئی قوم دوسری قوم کا مذاق نہ اڑائے کہ شاید وہ اس سے بہتر ہو اور عورتوں کی بھی کوئی جماعت دوسری جماعت کا مسخرہ نہ کرے کہ شاید وہی عورتیں ان سے بہتر ہوں اور آپس میں ایک دوسرے کو طعنے بھی نہ دینا اور اِرے اِرے القاب سے یاد بھی نہ کرنا کہ ایمان کے بعد بدکاری کا نام ہی بہت اِرا ہے اور جو شخص بھی توبہ نہ کرے تو سمجھو کہ یہی لوگ درحقیقت ظالمین ہیں۔ (حجرات ۱۱)

مذاق اڑانا درحقیقت کسی کی توہین کرنا ہے کہ جس کی شریعت اجازت نہیں دیتی۔ بعض روایات

میں ملتا ہے:’’اگرکوئی شخص کسی مسلمان کی توہین کرتا ہےتو گویااس نے خدا سے جنگ کی۔‘‘

(سفینۃ البحار، ج ا، ص ۴۱ا)

امام جعفر صادقؑ نے ارشاد فرمایا:’’اپنے سے بڑوں کے ساتھ جھگڑا نہ کرو اور جن کے اوپر تم برتری رکھتے ہو ان کا مذاق نہ اڑاؤ‘‘۔

اس لئے کہ کسی کی توہین کرنے کے بعد اس کی تلافی بہت مشکل سے ہوتی ہے۔

حضرت علیؑ فرماتے ہیں:’’ہر چیز کا بیج ہوتا ہے اور دشمنی و کینہ توزی کا بیج مذاق کرنا ہے‘‘۔

انسان کو ایسی جگہ پر جانا ہی نہیں چاہئے جہاں مذاق اڑانے والے پائے جاتے ہوں۔ چونکہ وہ موقع پاتے ہی مذاق اڑائیں گے اور جب ان کو اس بات پر ٹوکا جائے گا تو وہ کہہ دیں گے کہ میں نے تو مذاق کیا تھا۔ کیونکہ انھوں نے مذاق کرنے اور اڑانے کے درمیان کبھی کوئی فرق محسوس ہی نہیں کیا گرچہ جب ان کا مذاق اڑایا جاتا ہے تو اپنے لئے بڑی توہین سمجھ کر ہمیشہ انتقام لینے کے خواہشمند رہتے ہیں۔

امام حسن مجتبیٰؑ اس سلسلہ میں ارشاد فرماتے ہیں:’’جب کسی جگہ کے بارے میں سنو کہ وہاں لوگوں کی توہین کی جاتی ہے تو کوشش کرو کہ وہ تمھیں پہچان ہی نہ سکیں۔‘‘

(مستدرک الوسائل، ج ۱۲، ص ۷۸)

کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ محقق کسی خاص موضوع پر تحقیقی کام کرنا چاہتا ہے لیکن نااہلوں کے مذاق اڑانے کے خطرے میں اس کام سے پیچھے ہٹ جاتا ہے۔ کمزوروں کا مذاق اڑانا اہل دنیا کا پرانا طریقہ کار رہا ہے۔ درحقیقت مذاق اڑانے والوں کی عاقبت ذلت وخواری ہے۔ یہ اپنی جگہ مسلم ہے کہ جو مذاق اڑاتا ہے اس کا مذاق اڑایا بھی جاتا ہے۔ چونکہ مذاق اڑانا درحقیقت کسی کی توہین کے مرادف ہے لہٰذا مذاق اڑانے والا اسی دنیا میں ذلت کا سامنا کرتا ہے۔

مرحوم شیخ عباس قمی اپنی کتاب ’’انوار البھیۃ‘‘ میں تحریر فرماتے ہیں کہ ’’بغداد میں لوگوں نے دیکھا کہ ایک عورت تیزی سے چلی جارہی ہے۔ لوگوں نے اس سے پوچھا اتنی جلدی میں کہاں جارہی ہو؟ اس نے جواب دیا: امام موسیٰ کاظمؑ کے روضہ کی طرف جارہی ہوں تاکہ ان سے فریاد کروں کہ میرے بیٹے کو قید خانہ میں ڈال دیا ہے آپ مدد کریں۔ یہ سنتے ہی اس سے سوال کرنے والے نے

مذاق اڑاتے ہوئے کہا موسیٰ کاظم کی موت تک تو قید خانہ میں تھی آخروہ کس طرح تمھارے قیدی بیٹے کو رہا کرا سکتے ہیں؟ اور وہ لوگ اس عورت کا مذاق اڑانے لگے۔ وہ عورت اس بات سے بہت مغموم ہوئی ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے لگی اور کہنے لگی خدایا! قید خانہ میں شہید ہونے والے امام حق کی قسم اپنی طاقت و قوت کا مظاہرہ کردے اتنے میں اس نے دیکھا کہ اس کا بیٹا قید خانہ سے آزاد ہو کر اس کی طرف چلا آرہا ہے۔ دوسری طرف مذاق اڑانے والے کو کسی نے آکر خبر دی کہ تیرے بیٹے کو عمال حکومت نے فلاں جرم کی سزا میں پکڑ کر قید خانہ میں ڈال دیا ہے۔

رسول اسلامؐ ارشاد فرماتے ہیں: "کبھی بھی کسی مسلمان کی تحقیر نہ کرو کیونکہ ان کے بچے بھی خدا کے نزدیک بزرگواری رکھتے ہیں۔"

امام سجادؑ نے ارشاد فرمایا: "حضرت خضر کی حضرت موسیٰ کو آخری وصیت تھی کہ" کبھی بھی کسی شخص کو اس کے گناہ کی وجہ سے ذلیل نہ کرنا۔"

یہ حقیقت ہے کہ جس کا مذاق اڑایا جاتا ہے وہ جس کرب اور تکلیف کا شکار ہوتا ہے اسے کوئی دوسرا محسوس نہیں کرسکتا اسی لئے معصومینؑ نے تاکید کی ہے کہ جس چیز کو تم اپنے لئے پسند نہیں کرتے کہ وہ تمھارے لئے کہی جائے تم بھی دوسروں کے بارے میں اس بات کو ہرگز نہ کہو۔

رسول اسلامؐ ارشاد فرماتے ہیں: "دوسروں کو ذلیل کرنے والا اس وقت تک اس دنیا سے نہیں اٹھایا جاتا جب تک کہ وہ خود ذلیل نہ ہو جائے۔"

کسی بھی خدمت دین کرنے والے خاصان خدا کے ساتھ یہ برتاؤ عام رہا ہے کہ ان کا مذاق اڑایا گیا ہے، وہ انبیاءؑ رہے ہوں یا ائمہؑ، اولیاء رہے ہوں یا علماء، قوم نے ان سب کا مذاق اڑایا ہے، قرآن کریم میں ارشاد ہو رہا ہے:

"وَكَمْ أَرْسَلْنَا مِن نَّبِيٍّ فِي الْأَوَّلِينَ ، وَمَا يَأْتِيهِم مِّن نَّبِيٍّ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ" ہم نے کتنے پیغمبر لوگوں کے درمیان بھیجے مگر کوئی ایسا پیغمبر نہ تھا جس کا مذاق نہ اڑایا گیا ہو۔ (زخرف:۶/۷)

مذاق اڑانا کسی مومن کا شیوہ نہیں ہونا چاہئے بلکہ ہر شخص کو دوسرے کا احترام کرنا چاہئے کہ احترام کرنے ہی میں دوسروں سے احترام ملتا ہے۔

دنیائے اسلام

رہبر انقلاب آیۃ اللہ العظمیٰ سید علی خامنہ ای دامت برکاتہ

رہبر انقلاب اسلامی آیۃ اللہ العظمیٰ سید علی خامنہ ای نے، جو مسلح افواج کے سپریم کمانڈر بھی ہیں، جمہوریہ ایران کی ملٹری یونیورسٹیوں کے کیڈٹوں کی پاسنگ آؤٹ پریڈ اور فوجی جوانوں کو درجے عطا کئے جانے کی تقریب میں فرمایا کہ مسلح افواج کو ایمان وعقیدے، سائنس وٹیکنالوجی اور نظم وضبط کے لحاظ سے روزافزوں آمادگی کا حامل ہونا اور دفاع مقدس کے گرانقدر تجربات سے استفادہ کرتے ہوئے ہروقت آمادہ وتیار رہنا چاہئے۔

آپ نے مؤمن وکارآمد فوجی جوانوں کو ملک کا عظیم اور حقیقی سرمایہ قرار دیا اور دفاع مقدس کے دور کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ دفاع مقدس کا زمانہ ایک سخت امتحان کا دور تھا جس کے دوران اسلامی جمہوریہ ایران کی فوج کا جوہر نکھر کر سامنے آیا اور فوج کے ہاتھوں انتہائی نمایاں اور درخشاں کارنامے سرانجام پائے۔

ایران پر مسلط کردہ آٹھ سالہ جنگ درحقیقت ایرانی عوام کی سرحدوں، ان کی شناخت، اقدار، اسلامی جمہوری نظام اور انقلاب کے خلاف ایک بین الاقوامی جنگ اور بڑی طاقتوں اور ان کے عالمی اور علاقائی پٹھوؤں کی ہمہ جانبہ یلغار تھی۔

اس بڑے معرکہ میں ایران کی عظیم قوم اور مسلح افواج نے اپنے ایمان، جذبہ استقامت، اللہ پر توکل اور (حضرت) روح اللہ (امام خمینی) کے فرمان پر بھروسہ کر کے اللہ کے لئے قیام کیا اور سبھی

طاقتوں پر غلبہ حاصل کیا۔

آپ نے اس تقریب میں موجود فوجی جوانوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ کی گذشتہ نسل اس طرح کی باعث افتخار نسل تھی اور اب آپ لوگ اس کی میراث کے وارث ہیں۔

رہبر انقلاب اسلامی نے دفاع مقدس کے دوران کے کمانڈروں کی شجاعتوں اور بہادری کے کارناموں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ آج پوری دنیا، دوست و دشمن سبھی، زبان اور دل سے ایرانی عوام اور اسلامی جمہوری نظام کی عظمت، ہوشیاری، شجاعت اور ثابت قدمی کا اعتراف کرتے ہیں۔

آپ نے ملٹری یونیورسٹیوں کے عہدیداروں اور فوجی کمانڈروں کا شکریہ ادا کرتے ہوئے فرمایا کہ خداوند عالم کے لطف و کرم سے آنے والا» کل «یقینی طور پر آج سے بہتر ہوگا، اس تقریب کے آغاز میں رہبر انقلاب اسلامی نے شھداء کی یادگار پر حاضری دے کر شھدائے والا مقام کے لئے فاتحہ پڑھی اور پھر فوج کے چاق و چوبند دستوں نے شاندار پریڈ کا مظاہرہ کیا، اس تقریب میں فوج کے سربراہ جنرل عطاء اللہ صالحی نے بھی فوج کی مکمل آمادگی کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ ایران کی انقلابی فوج، امریکہ کی زیر سرکردگی عالمی سامراج کی جانب سے ہر قسم کے ممکنہ خطرات اور برطانیہ و صیہونی حکومت کی سازشوں پر مکمل نظر رکھے ہوئے ہے اور سرحدوں کے اس پار کافی دور تک دشمنوں کی ہر طرح کی جارحیت کا منہ توڑ جواب دینے کے لئے تیار ہے۔

امریکی ریاست فلوریڈا میں ایک مسجد نذر آتش

امریکہ میں مسلمانوں کے خلاف شدید تعصب کے ماحول کے دوران ایک بار پھر ریاست فلوریڈا میں ایک مسجد کو آگ لگادی گئی ہے۔

ریاست فلوریڈا کے علاقے سینٹ لوئیس میں فورٹ پیرس Fort Pierce مسجد اور اسلامک سینٹر کو عین اس وقت آگ لگادی گئی جب اس علاقے کے مسلمان نماز عید الاضحیٰ کی تیاری کررہے تھے۔

اس خوفناک آگ کے نتیجے میں مسجد کے اصل ہال کی چھت میں گہرا گڑھا پیدا ہوگیا، امریکی پولیس نے بھی اس بات کا ذکر کرتے ہوئے کہ مسجد میں آگ جان بوجھ کر لگائی گئی ہے کہا کہ وہ ایک

مشتبہ سفید فام شخص کو تلاش کر رہی ہے جس کے بارے میں شبہہ ہے کہ اسی نے مسجد میں آگ لگائی ہے۔

سینٹ لوئیس شہر کی پولیس نے اپنے بیان میں کہا ہے کہ فوٹیج میں موجود تصویروں سے پتہ چلتا ہے کہ مشتبہ شخص مسجد میں داخل ہوا تھا، امریکی مسلمانوں نے اس واقعے پر اپنی گہری تشویش کا اظہار کرتے ہوئے اس کی سخت الفاظ میں مذمت کی ہے۔

اسلام۔امریکا تعلقات کونسل نے بھی اپنے بیان میں اعلان کیا ہے کہ اس قسم کے اقدامات کا مقصد، صرف امریکا کے مسلمانوں میں خوف و ہراس پیدا کرنا ہے، اسلام۔امریکا تعلقات کونسل کے ترجمان نے اپنے بیان میں کہا ہے کہ مسلمانوں کی ایک بڑی عید کے موقع پر جو کچھ ہوا ہے ہم سب کو اس پر صدمہ اور تشویش ہے لیکن امریکی مسلمان صرف ایک مسجد اور ایک اسلامک سینٹر تک محدود نہیں، ہم اس طرح کے واقعات سے مرعوب ہونے والے نہیں ہیں۔

ریاست فلوریڈا کی مسجد میں آتش زنی کا یہ واقعہ گیارہ ستمبر کی گیارہویں برسی کے موقع پر پیش آیا ہے، امریکا اور مغرب میں گیارہ ستمبر کے واقعات کے بعد سے مسلمانوں کو مسلسل طرح طرح کے حملوں کا نشانہ بنایا جاتا رہا ہے۔

آیت اللہ سیستانی کی جانب سے عراق کے بے گھر سنی مسلمانوں کے درمیان امداد تقسیم

عراق میں آیت اللہ العظمیٰ سیستانی کے دفتر سے بھیجے گئے ایک وفد کے ذریعے اس ملک کے صوبہ صلاح الدین کے شمالی علاقوں میں سنی بے گھر لوگوں کے درمیان دسیوں ٹن قربانی کا گوشت تقسیم کیا گیا۔

رپورٹ کے مطابق شہر الشرقاط اور اس کے گردونواح کے دسیوں دیہاتوں کے لوگ داعش کے ظلم و ستم کی وجہ سے بھاگ کر کیمپوں میں جمع ہوئے ہیں جہاں شیعوں کے مرجع تقلید آیت اللہ سیستانی کے دفتر نے ان کے درمیان اشیائے خورنی کے علاوہ دسیوں ٹن قربانی کا گوشت بھی تقسیم کیا ہے۔

واضح رہے کہ عراقی فوج اور رضا کار فورس نے دو ماہ قبل صوبہ صلاح الدین میں فوجی آپریشن کر

کے اس صوبہ کے کئی علاقوں کو دہشتگردوں سے آزاد کروالیا ہے۔

میانمار میں تین ہزار مسجدیں اور مراکز مسمار ہونے کی زد پر

رپورٹ کے مطابق آراکان کی صوبائی حکومت کے حکام نے بدھ کے روز اعلان کیا ہے کہ مسلمانوں کی جو مساجد اور مذہبی مراکز غیر قانونی طور پر تعمیر کیے گئے ہیں، انھیں گرا دیا جائے گا، اس رپورٹ کے مطابق، بہت جلد ہی اس حکم پر عمل درآمد شروع کر دیا جائے گا۔

میانمار کے مختلف علاقوں میں تھوڑے تھوڑے عرصے کے بعد بدھشٹوں اور مسلمان اقلیت کے درمیان خاص طور پر مذھبی عمارتوں کے مسئلے پر کشیدگی پیدا ہو جاتی ہے جس سے مسلمان کمیونٹی کو سخت نقصان پہنچتا ہے اور ان کے مذھبی مراکز، مساجد اور دینی مدارس کو تباہ کر دیا جاتا ہے۔

جولائی کے مہینے میں بھی انتہا پسند بدھشٹوں نے صوبہ راخین کے ایک گاؤں میں مسلمانوں کی ایک مسجد کو آگ لگا دی تھی، اور یہ واقعہ اس وقت پیش آیا کہ جب چند روز قبل علاقے کے حکام نے مسجد کی عمارت کے غیر قانونی ہونے کے بہانے اس مسجد کو گرانے کا حکم اس کے متولیوں کے حوالے کیا تھا۔

آل سعود نے اسلام کا تابناک چہرہ مسخ کر کے پیش کیا ہے: عبدالملک الحوثی

یمن کی اسلامی تنظیم انصار اللہ کے سربراہ عبدالملک الحوثی نے آل سعود کی طرف سے وہابیوں اور صہیونیوں کی بیشمار خدمات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے آل سعود نے اسلام کا تابناک چہرہ دنیا کے سامنے مسخ کر کے پیش کیا ہے اور سعودی عرب درحقیقت حرمین الشریفین کی آڑ میں اسلام اور مسلمانوں کی پشت میں خنجر گھونپ رہا ہے۔

سعودی عرب کے پروردہ دہشت گرد امریکی اور اسرائیلی مقاصد کو تحفظ فراہم کر رہے ہیں، سعودی عرب اور اس کے پروردہ وہابیوں نے اسلام کے درخشاں چہرے کو دنیا کے سامنے بدنما بنا کر پیش کیا ہے۔

سعودی عرب نے اسلامی اتحاد و اخوت و برادری کو زبردست نقصان پہنچایا ہے اور اسلامی ممالک کے ساتھ اتحاد قائم کرنے کے بجائے اس نے امریکہ اور اسرائیل کے ساتھ اتحاد قائم کیا ہے۔

سعودی رعب نے امت مسلمہ میں اختلاف اور عراق، افغانستان، پاکستان، لیبیا اور شام میں

عدم استحکام پیدا کر کے اور دہشت گردی کو فروغ دیکر امریکہ اور اسرائیل کی بہت بڑی خدمت کی ہے۔

دہشتگردی کے خاتمے میں امریکہ سے بڑی رکاوٹ ہے

آیۃ اللہ العظمیٰ سید علی خامنہ ای دامت برکاتہ

رہبر انقلاب اسلامی آیت اللہ العظمیٰ سید علی خامنہ ای نے دہشت گردوں کے لئے امریکا کی مالی اور اسلحہ جاتی امداد کو دہشت گردی کا مسئلہ حل کرنے میں سب سے بڑی رکاوٹ قرار دیا۔ آپ نے فرمایا کہ امریکا کی جانب سے داعش اور بعض دیگر دہشت گرد گروہوں کی امداد کی، بالکل معتبر، دقیق اور دستاویزی ثبوت کے ساتھ رپورٹیں موجود ہیں۔ رہبر انقلاب اسلامی نے فرمایا کہ اس وقت بھی جب کہ انھوں نے داعش کے خلاف اتحاد تشکیل دے رکھا ہے امریکا کے بعض ادارے دوسرے طریقوں سے داعش کی مدد کر رہے ہیں۔ دنیا کے بڑے بڑے تشہیراتی ادارے جو مغربی سیاستدانوں کے تسلط میں ہیں، بعض شر پسندوں اور دہشت گردوں کے اقدامات کو بہانہ بنا کر اسلام کے خلاف مہم چلا رہے ہیں اور خفیہ سیاسی سازشیں (انتہا پسندی اور دہشت گردی کے خلاف) ثقافتی میدان میں جدوجہد کی راہ میں مشکلات کھڑی کر رہی ہیں۔

★★★★★